

ہر انگریزی ماہ کی گیارہ تاریخ کو شائع ہوتا ہے



جلد ۱۷ بھیرہ پشیمان جیب المرجب ۲۵ شمس مطابق جون ۱۹۲۶ء نمبر ۶

سُرخ پنسل کا نشان

(۱)

یہاں ان حضرات کی سبکدوشی کیلئے سُرخ پنسل کا نشان لگایا جا رہا ہے جن کے چندہ کی میعاد اس پرچہ کے ساتھ ختم ہو گئی ہے۔ یہ حضرات آئندہ سال کا پیشگی چندہ بذریعہ منی آرڈر جلد روانہ فرمائیں۔ ورنہ آئندہ پرچہ بذریعہ وی پی روانہ خدمت ہوگا جس کا وصول کرنا ان کا اخلاقی فرض ہوگا۔

(۲)

یہاں ان حضرات کی اطلاع کیلئے سُرخ نشان لگایا گیا ہے جن کے چندہ کی میعاد گذشتہ ماہ میں ختم ہو چکی تھی۔ ان کو گذشتہ پرچہ میں قہر بھی دلائی گئی تھی لیکن اب تک ان حضرات نے چندہ نہیں بھیجا۔ ان سے درخواست ہے کہ چندہ اولین فرصت میں روانہ فرمائیں ورنہ آئندہ پرچہ وی پی کے ذریعہ ارسال کیا جائیگا جسے وصول کرنا ان حضرات کا اخلاقی فرض ہے۔

(۳)

یہاں ان حضرات کی اطلاع کے لئے سُرخ پنسل کا نشان لگایا جا رہا ہے جن کے نام شمس الاسلام مدت سے اعزازی طور پر مفت جاری تھا لیکن آئندہ بوجہ کاغذ کی کمیابی و گرانے کی قیمت جاری نہیں رہ سکتا ان حضرات کا فرض ہے کہ وہ اب چندہ دے کر باقاعدہ خریدار بنیں۔ ورنہ آئندہ رسالہ ان کی خدمت میں وی پی کے ذریعہ روانہ ہوگا۔ امید ہے کہ یہ حضرات وی پی ضرور وصول کر لیں گے۔

(غلام حسین مینچر شمس الاسلام بھیرہ)

(ماہنامہ غلام حسین ایڈیٹر پشیمان جیب المرجب سرگودھ سے چھپ کر بھیرہ پنجاب سے شائع ہوا)

محافظین محلِ اُمّ المؤمنین کا بہادرانہ نعرہ

شمس الاسلام بابت جمادی الاولیٰ ۱۳۶۵ھ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے محل کے محافظوں کا زبان عربی میں بہادرانہ نعرہ مجھے بڑا پسند آیا۔ میری سفارش پر حضرت صائب عاصمی نے اس کا مفہوم اردو نظم میں بیان کیا ہے جو غدیہ بہ سالہ ہے۔
(غلام دستگیر نامی)

اے ہماری مادرِ اسلام اُمّ المؤمنین یہ درخشندہ حقیقت تجھ سے پوشیدہ نہیں
ہو چکے ہیں کس قدر مجروح مردانِ شجاع لٹ چکی ہے ملتِ اسلامیہ کی یہ متاع
اُن کے اعضا ہیں کمی حصول میں دیکھو بٹ اور دست و سر ہیں میدان و غایں کٹ گئے

اے ہماری ماں نہ گھبراتیرے بیٹے ہیں دلیر

کانپتے ہیں جن کی ہیبت سے بیایانوں کے شیر

غازیانِ دیں ہیں قبیلہ کے جگر پارے ہیں یہ ہاں رسولِ ہاشمی کی آنکھ کے تارے ہیں یہ
وہ محل جس پر ہے ان کی مادرِ اشفاق سوار کر رہے اس کے تحفظ میں ہیں یہ جانیں نشانہ
جنگ میں یہ موت سے پنجہ لڑا سکتے ہیں سب اور اس کو شہد سے شیریں بنا سکتے ہیں سب
یہ ہوئے ہیں موت کی تاغوش میں پل کر جواں مسکراتے ہیں برہنہ خنجروں کے درمیاں
آبِ خنجر سے یہ کرتے ہیں وضو میدان میں اور لڑتے ہیں عدو کی روبرو میدان میں
کہ رہے ہیں یہ زبانِ تیغ سے اعلانِ حق باندھ کر آئے ہیں اپنے گھر سے یہ پیمانِ حق

حضرت عثمانؓ کا ان کو آج لینا ہے قصاص

جو کہ محبوبِ رسول اللہؐ تھے بالاختصاص

شذرات

(از سید محمد از حضرت شاہ صاحب قیصر شاہ منزل دیوبند)

کیونٹ اور مرزائی

ہا اتم الحروف سیاسی طور پر کسی جماعت سے وابستہ نہیں اور فرقہ دارانہ تعصب و ہٹ دہرمی سے اسے اپنی زندگی کے کسی دور میں کوئی واسطہ نہیں رہا ہے۔ میرے لئے یہ بہت مشکل ہے کہ میں پنڈت جواہر لال کی مخالفت اس لئے کروں کہ وہ ایک ذہر دست کانگریسی ہیں۔ اور اسی طرح میں اپنے آپ کو مسٹر جناح کی حمایت پر اس لئے آمادہ نہیں کر سکتا کہ آج مسلمانان ہند کی اکثریت نے انہیں اپنا قائد اعظم تسلیم کر لیا ہے۔ اور وہ مسلم لیگ کے بہت بڑے لیڈر ہیں۔ میں ہر جماعت اور ہر فرد کی خوبیوں کا اعتراف کرتا ہوں۔ اور ان کی کمزوریوں پر اصلاح کے جذبہ سے خود کو کلمتہ چینی پر مجبور یا نا میری عادت ہے۔ لہذا میں اس شذرہ میں مسلم لیگ کے متعلق جو کچھ عرض کر رہا ہوں اس کے متعلق کوئی صاحب یہ شبہ نہ فرمائیں کہ میں ایک کانگریسی ہوں۔ اور میرا کام صرف یہ ہے کہ میں لیگ کی مخالفت میں جائزہ ناجائزہ پر اپیکنڈہ کیا کروں۔ اور مجھے لیگ کی ہر خوبی کو بھی بُری شکل میں پیش کرنے کی دھن ہے حقیقت یہ ہے کہ مجھے لیگ و کانگریس کے موجودہ اختلاف سے قطع نظر اسلام کی ذہر دست مصالح اور ضروریات کے تقاضے نے لیگ کی ایک ذہر دست فرو گذاشت پر قائلین لیگ کو متوجہ کرنے پر مجبور کیا ہے۔

کیونٹوں کے دینی عقائد اور ان کے اخلاقی نظام و نظریات پر کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ ہر شخص جانتا ہے کہ دہریت والحادان کے فلسفہ سیاست کے حروف تہجی ہیں۔ الف، با کی حیثیت سے شریک ہیں۔ انہوں نے وجود باری تعالیٰ کے احکام کے ساتھ ہر اس اچھائی کو عملاً ختم کرنے کی

کامیاب کوشش کی ہے جسے مذہب اچھا بتاتا ہے۔ اور ہر اس بُرائی کی طرف یہ آگے بڑھے ہیں۔ اور اسے قبول کرنے میں انہوں نے پیش قدمی کی ہے جسے مذہب نے اپنے دائرہ اثر سے بُرا سمجھ کر باہر نکال دیا ہو۔ کیونٹوں کو عام پبلک سے قریب تر کر دینے کا جرم سب سے پہلے اور سب سے کامیاب طریقہ پوپ کانگریس نے کیا ہے جو سا ہا سال تک بڑے گستاخ اور دہریدہ دہن کیونٹوں کو اپنے ساتھ ملائے ہوئے تھے۔ اور کامریڈ کہہ کر ان کی حوصلہ افزائی کرتے تھے۔ یہ بتانے کی کوئی بات نہیں کہ پنڈت جواہر لال نہرو بھی ایک عرصہ تک کیونٹزم کا پراپیگنڈا کرتے رہے ہیں۔ اور اس زمانہ میں سب سے بڑی عزت جواہر لال دی جاتی تھی وہ یہ بھی کہ اخبارات والے انہیں بجائے پنڈت کے کامریڈ جواہر لال کہتے تھے۔ سال گذشتہ ان کیونٹوں کو کانگریس نے بعض معاملات میں اختلاف کی وجہ سے الگ کر دیا۔ تو انہوں نے اپنے سیاسی وجود کو باقی رکھنے کے لئے ایک اور پلیٹ فارم تلاش کر لیا اور وہ ہے مسلم لیگ کا پلیٹ فارم۔ اسی طرح مرزائیوں کو بھی جنہیں اپنی زندگی میں کبھی ایک دفعہ بھی مسلمانوں کے ساتھ مل کر نہ بیٹھے کا موقع نہیں ملا تھا۔ اور علماء اسلام کی ٹھوس خدمات نے جنہیں مرتدین کے ایک ذیل ترین گروہ کی حیثیت مسلمانوں سے مذہبی اور سیاسی طور پر الگ کر دیا تھا۔ اب پھر لیگ کے پلیٹ فارم پر اسلام سے اپنا رشتہ جوڑنے کا موقع مل رہا ہے۔ قائلین مسلم لیگ کی یہ غفلت شعاری اور اسلام کی اہم ضروریات سے ان کی یہ بے پروائی کہ انہوں نے کیونٹوں اور مرزائیوں کی اس شرکت و رفاقت کو بخوشی قبول کر لیا ہے۔ اور اب

یہ سب محمد اور محمد مسلم لیگ کے اسلامی جھنڈے کے نیچے کھڑے ہو کر اسلام کی نجات کئی کے لئے ایک وسیع اور مضبوط جال بھیل رہے ہیں۔ مذہبی طبقہ کے لئے بہت افسوس ناک ہے۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلے تو ہم ان حضرات علماء سے اس کے شاکہ ہیں جو آج شرکت کانگریس کو صحیح ثابت کرنے کے لئے ہر وقت نئی نئی تحریکیں چلا رہے ہیں اور اگر یہ حضرات پہلے ہی کمیونسٹوں کی شرکت کانگریس پر احتجاج فرماتے۔ اور وہیں ان کے اتحاد و ہریت کے مار آتین کا سر پکڑ دیتے تو آج لیگ کو اس مذہب دشمن طبقہ کو اپنے ساتھ ملانے کی ہمت ہی نہ ہوتی۔ لیگ کی اس اسلام دشمنی کی دہر دہری ایک حد تک خود ان کانگریسی حضرات پر بھی ہے کہ جب اپنے دوست کی حیثیت سے ان عہدیدان کو کانگریس نے اپنے ساتھ ملا رکھا تھا تو وقت آنے پر کانگریس کے دشمنوں کی چھڑک میں لیگ نے انہیں قبول کر لیا کمیونسٹ کانگریس کا پراپیگنڈا کرنے لگے ہیں۔ تو کانگریس ان کی سرپرست بن جاتی ہے۔ اور یہ پاکستان کے نظریہ کی حمایت کرتے ہیں۔ تو لیگ کی معشوقہ اپنی ہوش و محبت ان کے لئے کھول دیتی ہے۔ اور اسے کوئی نہیں پوچھتا کہ ان کے وجود سے یہاں وہاں اور ادھر ادھر آئے جانے میں مذہب کو کیا نقصان پہنچتا ہے۔ اس کے بعد میں قائدین مسلم لیگ سے یہ گزارش کر رہی ہے کہ وہ معاملات کی نزاکت اور اسلام کی ضروریات پر پوری توجہ دیں اور کمیونسٹوں اور فادائیوں کے لیگ اندر آ جانے سے اسلام کے اندر جو نقصانات متوقع ہیں ان سے غافل نہ ہوں۔ ضرورت ہے کہ سیاسی مصلحت کو دینی ضرورتوں پر قربان کر دیا جائے۔ اور کمیونسٹوں اور مرئیوں کو بلا تامل مسلم لیگ سے الگ کرنے کی تجویز سامنے لائی جائے۔ کہ ان سے کسی فائدہ کی توقع نہ رکھنا جو کے بیچ ڈال کر زمین سے خوشہ بگندہ پانے کی غلط امید قائم رکھنے کی صریح حاکمات کے سوا اور کچھ نہیں ہم نے اُستادنا محترم حضرت علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی

مدظلہ کو جن کی بلند و قیع خدمات سے اس وقت مسلم لیگ بہت مستفیع حاصل کر رہی ہے۔ ایک آدھ مرتبہ گفتگو میں عرض کیلئے۔ اور اب پھر اُستاد محترم سے ہماری یہ خادمانہ استدعا ہے کہ وہ اپنے اثر و رسوخ کو کام میں لا کر کمیونسٹوں اور فادیوں کو لیگ سے الگ کرنے کی کوشش فرمائیں۔ اور براہ راست مسٹر جناح اور لیگ ہائی مین کو ان کی اس فوگڈ شدہ پروموجہ فرمائیں۔ ہمیں امید ہے کہ علامہ عثمانی اپنی اول فرقت میں اس سسٹم کو اپنے ہاتھ میں لیں گے۔ اور اس طرح مسلم لیگ کا اقتدار اعلیٰ علامہ عثمانی کو اس اصلاح حالات کا ضروری موقع دے گا۔

”سب و شتم اور ناجائز الزامات“

اخبارات کو ملک و قوم کے بنانے بگاڑنے اور قوم کی اخلاقی سیاسی تعمیر و تخریب میں جو قدرتی دخل حاصل ہے اسے ہر شخص جانتا ہے۔ دراصل پریس ایک ایسی طاقت ہے جس کے صحیح استعمال سے مردہ قوم میں بھی شاداب اور کامیاب زندگی کے تمام آثار پیدا ہو سکتے ہیں، آج جو قومیں دنیا میں آباد ہیں اور سیاسی طور پر جنہیں دوسرے پر برتری اور فوقیت حاصل ہے۔ تحقیق کیجئے تو معلوم ہوگا کہ ان کی اس کامیابی کا ایک بڑا ذریعہ ان کے اپنے اخبارات ہیں۔ لیکن ہندوستان میں اخبارات سے جو کام لیا جاتا ہے ہمارے لئے اسے تفصیلاً بیان کرنا بھی شرمناک ہے ہندوستان کے اخبارات بیشتر ذاتی عناد و مخالفت کے جذبہ سے پروپیگنڈا کرتے ہیں۔ کمتر انہیں پارٹی پالیٹکس کو آگے بڑھانے کا خیال ہے۔ اور ایسا اخبار تو شاید ہی کوئی ہو جو صرف قومی مفاد کے خیال سے مضامین لکھا اور چھاپتا ہو جس کی دوستی شائستہ اور مہذب ہو اور جس کی دشمنی میں ہاں بہن کی صاف صاف گالیوں، ناجائز قسم کے الزامات، شرمناک تہمت طرانی اور دل آذنا مسخراتہز کی گلیاں

شامل نہیں۔ ہم نے جب کبھی اس خیال سے کوئی اخبار اٹھایا کہ ملک کی موجودہ سیاسیات پر ہیں صحیح اور کارآمد معلومات حاصل ہو سکیں۔ تو بخدا اس میں ہمیشہ ناکامی ہوئی کوئی ایک اخبار ایسا نہ ملا جس کا لہجہ جذب اور سنجیدہ ہو اور اخبارات کی اس بے راہ روی کا نتیجہ یہ ہے کہ قوم کے اخلاق تباہ ہو چکے ہیں۔ تعصب و فرقہ داری کا رنگ غالب ہے اپنے خلاف کوئی بات برداشت نہیں کی جاسکتی۔ سب اچائیوں کا ذمہ دار اپنے آپ کو سمجھا جاتا ہے اور ہر برائی اپنے مخالف کے سر تھوپی جاتی ہے مولانا ابوالکلام آزاد سے بڑے انسان اور ذمہ دار لیڈر پر دہلی و علیگڑھ میں جو حملے کئے گئے اور اب قوم پرست اخبارات حضرت مولانا عثمانی جیسے مشہور عالم کے خلاف جو رو پگنڈا کر رہے ہیں یہ سب اخبارات کی اسی بے راہ روی اور غیر سنجیدہ طرز نگارش کا لازمی نتیجہ ہے ضرورت تھی کہ ہم لیگ و کانگریس ہر دو طرف کے اخبارات کی کچھ کتابیاں مشتبہ اندر وادے کے طور پر یہاں نقل کرتے۔ مگر یہ نقل بھی اس حد تک تکلیف دہ ہے کہ ہم اسے برداشت نہیں کر سکتے۔ ہم تمام مدیران جماعتوں و بالخصوص مسلمان اخبارات کو توجہ دلاتے ہیں کہ جس لمحہ میں وہ مسلمانوں کے ترجمان اور اسلام کی تحریری آواز نہ ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اس لمحہ میں کیا انہیں یہ خیال نہیں آتا کہ اس مذہب مقدس نے باہمی تعلقات اور باہمی اختلاف کے لئے کچھ ضابطے مقرر کئے ہیں۔ اس کی خاص اپنی اخلاق تعلیم ہے اور شارع اسلام نے اپنے ٹیک عمل سے اس اخلاقی طبقہ کو عملی صورت دے کر اس وحشت ناک دنیا میں سب سے پہلے اخلاق و تہذیب کو قائم فرمایا تھا۔ تو کیا اسلام کے ترجمان ہونے کی حیثیت سے ان کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ اس دین حق کی تعلیمات سے اپنی عملی وابستگی کا بھی کوئی ثبوت دیں؟ جلب منہصت یا ہج

آزمائی کے لئے مدیران جرائد کا اس طرح نکالیاں بکنا، بڑوں چھوٹوں کی پکڑی اچھاننا اور اپنے مخالفین کے خلاف ایسا اثر مناک پر اپگنڈا کرنا، ان کے ذاتی حالات کو منظر عام پر لانا۔ اور انہیں انتہائی سو قیانا لفاظ میں یاد کرنا کوئی سنجیدہ اور تعمیری کام نہیں بلکہ اس بات کا کھلا ہوا ثبوت ہے کہ ان حضرات کے عجائب خانہ میں ان ٹوٹی پھوٹی اور گلی سڑی چیزوں کے سوا دکھلنے اور دکھا کر اپنی خوش سلیقگی کی داد پانے کے لئے کوئی اور بہتر شے ہے ہی نہیں۔

افسوس

”شمس الاسلام“ میں اس مہینہ سے مجھے تحریری خدمت کا جو موقع مل رہا ہے وہ میرے لئے بہت مشرت خیر ہے۔ اور یہ میری دلی خواہش ہے کہ دنیا داری کے جن مشاغل نے میرے اوقات کا بڑا حصہ گھیر رکھا ہے۔ اُن سے کچھ وقت بچا کر کسی مذہبی اور علمی خدمت کی ذمہ داریاں ادا کر سکوں مگر عجیب بات ہے کہ کام کرنے کے واسطے ہمیشہ اپنی ٹھاپوں پر اشتکاء رہتے ہیں۔ اور تمنائوں کی پامالی نے ہمیشہ فرط غم سے جینیں مار مار کر آہ دیکھا کی ہے۔ تقریباً تین سال سے میری صحت خراب ہے۔ اور بعض اوقات علالت و بیماریاں ضعف و نقاہت کے ایسے نازک مقام پر پہنچا دیتی ہے کہ میں چند سطرے لکھنے سے بھی معذور رہتا ہوں اگر صرف اتنا ہوتا تو شاید کچھ کام کرنا ہی رہتا کہ مشیت الہی نے مجھے بعض خانگی حوادث و مضائب میں بھی مصروف کر دیا ہے۔ لیکن میں نے ان تمام بھجوریوں کے باوجود ادوارہ شمس الاسلام سے وعدہ کیا ہے کہ ہر مہینہ کوئی نہ کوئی مضمون ضرور دیتا رہوں گا، اجاب دعا فرمائیں کہ حق تعالیٰ مجھے اپنے وعدہ کی تکمیل کا موقع عنایت فرمائے۔ اور اگر میں اس وعدہ کو مکمل نہ کر سکوں تو مجھے

مطئن ہو جائیں تو بہت جلد یہ دماغی سپر چر شاندار مشکل اُفتیاد کر سکتا ہے۔ اور کافی ضخامت اور بہترین مضامین کے ساتھ اسے ہر جہت پر اپنے ان سہ پرستوں کی خدمت میں پہنچاتے رہنے کے انتظامات عمل میں لائے لاسکتے ہیں۔ جنگ نے اکثر مذہبی پیرچوں کو ختم کر دیا ہے۔ پہلے سینکڑوں کی تعداد میں مذہبی رسالے نکلتے تھے۔ اور پورے ملک میں صرف چند مذہبی پیرچے باقی ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ شمس الاسلام کی خدمات کے دائرہ کو زیادہ وسیع کر کے ہر نقصان عظیم کی تلافی کر دیں۔ تو کیا اس سلسلہ میں اہل غیر حضرات شمس الاسلام کی کوئی مدد فرمائیں گے؟

من انصاری الی اللہ

معذوریہ خیال فرمائیں۔ اہل علم اور اہل قلم حضرات سے گزارش ہے کہ وہ خود بھی شمس الاسلام کی تکی اعانت فرمائیں۔ اور اپنے قیمتی مضامین سے حضرت مولانا ظہور احمد صاحب بگوی مرحوم کی اس یادگار کو قائم رکھنے کے نیک کام میں حصہ لیں اس کے ساتھ عام مسلمانوں کا بھی فرض ہے کہ وہ شمس الاسلام کی خریداری قبول فرما کر اس کے مالی حالات بہتر بنائیں۔ کہ دین کا یہ ننھا سا خادم اپنے دستِ دبانہ و مضبوط کر کے دین کے دشمنوں کا مقابلہ کر سکے۔ اگر تبلیغ اسلام سے دلچسپی رکھنے والے حضرات شمس الاسلام کی خریداری منظور فرمائیں۔ اور اس طرح مالی طور پر شمس الاسلام کو مرتب کرنے والے اصحاب

مقالات

بے خوف زندگی

(از مولانا سید زبیر الحق صاحب میرٹھی)

کامیاب سے بڑا دشمن ہے، جس کی اندھی اطاعت و بندگی ہر وقت اس کو ہلاکت و بربادی کی طرف لے جاتی اور خوف کا جراثیم پر آمادہ کرتی ہے۔ یہاں پہنچ کر وہ اپنی زندگی کو ایک مجسم خطرہ محسوس کرتا ہے۔ یہ دنیا مصیبتوں اور دکھوں کا گھر معلوم ہوتی ہے۔ مال و دولت، حسن، طاقت، شہرت، عزت، بیوی بچے، خویش و اقارب سب کے سب خوشنما جال اور نظر فریبہ نہ خیریں دکھائی دیتی ہیں اس نازک اور خطرناک مرحلہ پر اگر انسان کو وحی الہی کی ہدایت و رہنمائی میسر آ جائے۔ اور وہ قانون الہی کا پابند رہ کر اس دنیا میں رہے تو بے خوف زندگی کا مالک بن جاتا ہے۔ اور اگر ہدایت الہی سے بے نیاز ہو کر اپنے ذاتی علم و تجربہ سے مامون و مصون ہونا، تہمتی کرنا اور راحت حاصل

جب انسان اس دنیا میں فہم و ادراک اور عقل و شعور کی آنکھ کھولتا ہے۔ اور اپنے گرد و پیش پر نظر ڈالتا ہے تو اسے نظر آتا ہے کہ اس کی زندگی چاروں طرف سے خطرات میں گھری ہوئی ہے۔ دیباؤں کی پوشیدہ روانی پہاڑوں کی پریشکوہ بلندی، ہواؤں کے جھکڑ اور لوؤں کے بگولے آگ کی تیش و شرر باری جنگل کے درندے اور وحشت لارض اور طاقتور انسانوں کے مادی ساز و سامان وغیرہ سب چیزیں اسی کی جان کی لاکھ ہیں۔ اگر جنگل کے درندے اسے چیر پھاڑ ڈالنا چاہتے اور اس کو اپنا لقمہ بنا لینا چاہتے ہیں تو خود اس کے ابتداء تو اسے اپنے تسلط و اقتدار اور جبر و قہر سے اس کو اپنا غلام و محکوم بنا لینا چاہتے ہیں۔ ان خارجی دشمنوں کے علاوہ خود اس کا نفس بھی اس

پیروی کرے اور حکم الہی کے مقابلہ میں کسی اور کا حکم نہ مانے کسی اور کی اطاعت نہ کرے۔ کسی انسان کو حاکم اور قانون ساز نہ مانے اور اپنی پوری کی پوری زندگی اللہ کے حوالہ کر دے۔ چنانچہ قرآن حکیم کا مومنوں سے پہلا مطالبہ یہی ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَذْخُلُوا فِي السَّبِيلِ
كَافَّةً ۚ أَعِىَ الْإِيمَانُ وَالْأُورَ أَكْفَرُ ۚ لَمْ يَكُنْ فِي الْحَقِيقَةِ اللَّهُ
كُو سَوَج سَبْجَہ کرمانا ہے اور مومنانہ طریقہ کو اختیار کیا
ہے تو تو پورے طور پر اسلام میں داخل ہو جاؤ۔
ایسا مت کرو کہ اگر اللہ کے حکم پر چلنے میں آسانی
ہو، کوئی فائدہ نظر آتا ہو، اور کسی نقصان کا اندیشہ نہ ہو تو
اس پر عمل کرو۔ اور اگر اس میں کوئی تنگی، تکلیف، خطو
اور نقصان معلوم ہوتا ہو تو اس پر عمل نہ کرو۔ یہ حق پرستی
نہیں بلکہ مطلب پرستی اور ایمان نہیں بلکہ نفاق ہے۔ یا
یوں کہ وکسی بات میں اللہ کا حکم مان لو کسی میں اپنے
نفس کا، کسی میں اپنے باپ دادا کا، اور کسی میں دنیوی
حکام و امراء کا، یہ زندگی کو تین تیرہ بارہ باٹ کھدینا ہے
یا پھر یہ کہ وکہ اخلاق و عبادات میں احکام الہی پر عمل کرو
اور سیاسی و تمدنی امور میں انسانی قوانین کی پیروی کرنے
لگو۔ یہ زندگی کا انضا اور فکری گمراہی ہے۔ تم ان تمام
صورہوں سے غیر اللہ کی اطاعت و بندگی سے بچ کر خالص
اور مکمل طور پر اللہ کی اطاعت و بندگی اختیار کرو۔

دوسرا طریق زندگی کا فرمان ہے۔ وہ یہ ہے کہ انسان میرے
خدا کا اس کی بھی ہوئی ہدایت کا، رسالت کا اور آخرت
کا منکر ہو جائے۔ خود حاکم بنے یا دوسروں کو حاکم مانے۔
خود قانون بنائے یا دوسروں کے بنائے ہوئے قوانین پر
چلے۔ خدا کی صفات بندوں میں یا بندوں کی صفات خدا میں
ثابت کرنے لگے۔ الوہیت یا عبدیت کو گڈ ٹھکر دے۔ اور
نظام زندگی خود بنائے، بلکہ ایک صورت یہ بھی ہے کہ اللہ

کو ناجائز تو یا تو وہ حصول نجات کی تمنا میں ترک دنیا کے
غار میں جا گرتا ہے۔ اور اپنی دنیا و آخرت دونوں کو تباہ کر
لیتا ہے۔ اور یا محض مادی عیش و کامرانی اور لذت و راحت
کو مقصود حیات بنا کر اخلاقی موت مر جاتا۔ دل کی بستی اجاڑ
لیتا، دنیا میں ظلم و فساد کی آگ لگا دیتا اور خدا کا باغی بن
جاتا ہے۔

یعنی اگر انسان دنیا میں بخوف زندگی کی تمنا میں خدا
کی ہدایت سے بے نیاز ہو جائے تو وہ یا تو تباہک الدنیا
راہب بن جاتا ہے اور یا مادہ پرست اور نفس پرست
بن جاتا ہے۔ اور یہ دونوں راستے سچی انسانیت کی ہلاکت
و بربادی کے راستے ہیں۔ اس چیز کو وحی الہی نے آغاز
آفرینش میں ہی انسانوں کو سمجھا دیا تھا۔

فَا مَّا بَايَعْتُمْ كُرْهُنَّ هَدَىٰ فَمَنْ يَبْعَ هَدَىٰ
فَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۚ وَالَّذِينَ
كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا ۚ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ
هُم فِيهَا خَالِدُونَ ۚ سو اگر آدمے تمہارے
پاس میری طرف سے کسی قسم کی ہدایت سوچو شخص
پیروی کرے گا میری اس ہدایت کی تو نہ کچھ اندیشہ
ہو گا ان پر اور نہ ایسے لوگ غمگین ہوں گے۔ اور جو
لوگ کفر کریں گے اور تکذیب کریں گے ہمارے احکام
کی یہ لوگ ہوں گے دوزخ والے اور وہ اس میں ہمیشہ
رہیں گے۔

اس حقیقت کو
طریق زندگی صرف دو ہی ہیں قرآن مبین نے
بار بار انسانوں کے ذہن نشین کر دیا ہے کہ زندگی بسر
کرنے کے صرف دو ہی طریقے ہیں مومنانہ اور کافرانہ
مومنانہ طریق سے مراد یہ ہے کہ انسان صرف اللہ ہی کو
اپنا خالق، مالک، رب، آقا، حاکم اور معبود مان کر
زندگی کے تمام معاملات و مسائل میں قانون الہی کی

اور سیاست، معاشرت اور تمدن میں کافرانہ طریقہ اختیار کر لیا جائے۔ زندگی کا کافرانہ اور منافقانہ طریقہ غیر فطری ہے۔ سو فساد پرورد اور حیوانیت انگیز طریقہ ہے۔ دونوں کا نتیجہ خوف اور حزن و ملال ہوتا ہے۔ دونوں راستے جہنم کو جاتے ہیں۔ اور انسان کو بے خوف زندگی کا مالک نہیں بناتے ان کے مقابلہ میں مؤمنانہ طریقہ بحیات انسان کو بے خوف زندگی کا مالک بناتا اور دامنِ کی فائز لہرامی و شاد کامی کی ضمانت دیتا ہے۔ اس بنا پر قرآن کا انسانوں سے مطالبہ یہ ہے کہ اسے دنیا کے بھنے والے انسانوں! اگر تم دنیا میں امن سکون، صحیح تنظیم و ترقی اور سچی راحت و کامیابی چاہتے ہو تو سچے دل کے ساتھ اللہ پر اس کے آخری رسولؐ پر اور آخرت پر ایمان لاؤ۔ اور نہ زندگی کے تمام معاملات و مسائل میں اسلامی مسلک و نظریہ اختیار کرو۔ اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ تم بے خوف زندگی کے مالک بن جاؤ گے اور دنیا و آخرت کی نجات حاصل کرو گے۔

اسلام کا مسلمانوں سے مطالبہ

اس لئے کہ وہ ہدیٰ للعالمین ہے جو سچیدہ و جس قرآن کے مذکورہ بالا مطالبہ کو پورا کر دیں تو وہ سعادت مند انسان خدا کی بادشاہت میں داخل ہو جاتے ہیں۔ اور جو اس مطالبہ کو رد کر دیں تو وہ ضلالت و شقاوت کے میدانوں میں جھٹکتے پھرتے اور انسان کی صورت میں سانپ بچھو اور بھڑیٹے بن جاتے ہیں۔ ان کی حیوانیت ان کی انسانیت پر غالب آ جاتی ہے۔ اور دنیا میں ظلم و فساد پھیل جاتا ہے۔ آج دنیا میں ظلم و جور، تمرد و طغیان خود خفی و ہوائے نفس، کذب و فریب و سانس و جیل، قتل و غارت اور عیاشی و بدکاری کیوں ہے؟ صرف اس لئے کہ بادشاہ و حکمران، لیڈر و رہنما فکر میں نہیں ہوا۔ عوام و خواص، مدعی و رعایا اور نام نہاد مومن و کافر

سب کے سب لادین سیاست کو اختیار کئے ہوئے ہیں، اللہ کی ہدایت سے منہ موڑے ہوئے ہیں۔ خدا کے باغی ہیں۔ دنیا کے پرستار ہیں۔ طاقت و اقتدار کے بھوکے ہیں نفس و شیطان کے بندے ہیں۔ اور اللہ کی بندگی و عبدیت اختیار نہیں کرتے۔ ائمہ کفر و ضلالت اور دیہوی حکومتوں نے پوری دنیا کو اپنے قبضہ و تصرف میں لے لیا ہے مذہب و اخلاق کے اثر کو اپنی طاقت و اقتدار سے مٹا دیا ہے۔ سائنسدان و فلاسفر، ادیب و مفکر اور مدبر و منتظم سب کے سب مل کر خدا کے قانون کو معطل کر کے اپنی رائے اپنا خیال، اپنا فکر، اپنا قانون، اپنی تحریک اور اپنا نظام چلانا چاہتے ہیں۔ دنیا کے مسلمانوں نے کفر و شرک کا یہ تسلط و اقتدار دیکھ کر ائمہ کفر و ضلالت کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے ہیں۔ وہ مادہ پرستوں اور بے دینوں مرعوب، میں اور اسلام کی قوتِ تسخیر سے مانوس نہیں یہی وجہ ہے کہ وہ دنیا میں جہاں بھی ہیں کفار کے غلام ہیں، باطل نظاموں کے ماتحت حقوق طلبانہ زندگی بسر کر رہے ہیں۔ غیر اسلامی تحریکوں کی حمایت میں اپنی نجات و ترقی ڈھونڈ رہے ہیں۔ اور کافروں و مشرکوں کی قیادت و رہنمائی پر تکیہ لگائے بیٹھے ہیں۔

یہ ہے وہ مذہبی موت جو مسلمانانِ عالم پر طاری ہے اور اسی کا نتیجہ ہے کہ وہ ہر طاغوتی طاقت سے خائف و لرزاں ہیں۔ بزدلی، کم ہمتی اور انجیاس کی غلامی ان کا طرہ امتیاز بن گئی ہے۔ ان مردہ مسلمانوں سے اسلام کا مطالبہ یہ ہے کہ اسے نام نہاد مسلمانوں! اگر تم دنیا میں پھر زندہ ہو نا اور اپنا مقام حاصل کرنا چاہتے ہو تو اللہ کی عبدیت اختیار کرو۔ اپنی پوری کی پوری زندگی اسلام کے حوالہ کر دو۔ زندگی کے تمام معاملات و مسائل میں ہدایت و رہنمائی قرآن اور صاحب قرآن کی سیرت سے حاصل کرو۔ انسانی قوانین کے بجائے الہی قوانین کی پابندی کرو، کافرانہ

سیاست کو چھوڑ کر اسلامی سیاست اختیار کر دو۔ باطل ظالموں کی چاکری سے توبہ کر کے اسلامی نظام کے قیام پر کمر بستہ ہو جاؤ۔

اَقِمْ لِلدِّينِ وَلَا تَنْفَرْ تَوْافِيهِ دِينَ قَائِمٌ كَرِهَ اُولَئِكَ فِي تَفَرُّقِهِ زُؤَالُو. يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی، رسول کی اور صاحبہ کی جو تم میں سے ہو۔ وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا اے ایمان والو! سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی کے ساتھ پکڑ لو یعنی اپنے تمام افکار و اعمال کو احکام الہی کے مطابق بنا لو۔ اور امر کی پابندی کرو۔

اور فوجی سے اجتناب)

عَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ (الحديث) جماعت کو لازم پکڑو۔ ایسی جماعت نہیں جو قومی مفاد و حقوق کے تحفظ اور طاغوتی نظام کے ماتحت حصول و نہایت کے لئے یا وطنی آزادی کے لئے بنے اور جس میں کافر و مومن اور عابد و فاسق داخل ہوں بلکہ ایسی جماعت جس کے سامنے اقامت دین کا نصب العین اور اس کے حصول کا اسلامی طریقہ ہو۔

سب مسلمان مل کر ایک ہو جاؤ۔ ایک امیر کے ماتحت زندگی بسر کرو۔ اقتصادی فلاح اور سیاسی آزادی کا طریقہ اسلام سے سیکھو۔ اور انفرادی و جماعی معاملات میں اسوۂ نبوی کو اپنا رہنما بناؤ۔ یہ ہے اسلام کا مسلمانوں سے مطالبہ! جیسا کہ اسلام کا صحیح طریقہ، اسلام کی برتری اور مسلمانوں کی بہتری کا راستہ اور تمام مصائب و مشکلات کا واحد علاج۔

اگر اسلام کی اس دعوت کو مسلمان قبول کر لیں تو وہ پھر اپنا کھویا ہوا عروج حاصل کر سکتے ہیں یعنی اگر وہ اسلامی اصولوں کے مطابق زندگی بسر کرنا سیکھ لیں تو پھر دنیا خلافت راشدہ کا دور دیکھ سکتی ہے۔

مسلمانوں کے زوال و انحطاط کا واحد سبب صرف یہ ہے کہ وہ سچے

ایمان اور اسلام کے صحیح علم و عمل سے محروم ہیں ایمان کے معنی ہیں کسی امر کو صدق دل سے ماننا اور پھر اس کے مطابق عمل کرنا۔ ماننا اسی لئے ہوتا ہے کہ اس کے مطابق عمل کیا جائے۔ جو ماننا صرف ماننے کے لئے ہو۔ اور عملی زندگی سے اس کا کوئی تعلق نہ ہو۔ وہ ایک فریب نفس اور رسمی چیز ہے مذہب کی رُو سے ایمان سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو، اس کی بھیجی ہوئی کتابوں کو، اس کے رسولوں کو، آخرت کو انسان سچے دل کے ساتھ مان لے۔ اور پھر اس ایمان کا اپنے عمل سے ثبوت دے۔ محض زبان سے کلمہ کو طوطے کی طرح رٹ لینا۔ احکام الہی کے مطابق زندگی بسر نہ کرنا اور دنیا و دہات احکام اور قوانین اسلام کو ٹوٹے چلے جانا ایمان نہیں بلکہ منافقت ہے۔ دھوکہ ہے، دغا ہے، فریب ہے اور حماقت و نادانی ہے۔ اور اسی منافقت نے مسلمانوں کو دنیا میں ذلیل و خوار اور ناکام و نامراد بنا رکھا ہے۔

اسلام کا صحیح و مکمل تصور ان کے ذہنوں سے اٹل گیا ہے۔ وہ اسلام کو ایک ایسے مذہب سمجھ بیٹھے ہیں جیسے دنیا میں دوسرے مذاہب چل رہے ہیں یعنی یہ کہ اسلام ہم سے صرف یہ چاہتا ہے کہ صرف توحید و رسالت اور آخرت وغیرہ عقائد کا اقرار کر لیں، اپنے اخلاق درست کر لیں۔ اور چند مخصوص عبادات کو بجالائیں۔ اس کے بعد ہم آزاد ہیں جس طرح جی چاہے رہیں اور جو جی چاہے اسلام کا نال لے کر لیں۔ پھر ہماری زندگی پر اسلام کی کوئی گرفت نہیں اقتصادی فلاح کے لئے نہ وہی نظام کی تقلید کریں، تمدن انگریزوں کا اختیار کر لیں۔ اور سیاست کا مذہبی جھجکی لے لیں۔ اور پھر کبھی متبع اسلام ہی رہیں۔ اسلام کے اس ناقص اور گمراہ کن تصور نے مسلمانوں کو تین تیرہ بارہا دکھایا ہے۔

فکر و عمل کا تضاد بڑا عجیب تضاد ہے کہ وہ مسلمان بنو جاتے ہیں۔ اور اسلامی طریقہ بھی

کے نہیں ہیں بلکہ ذلت و رسوائی کے سامان ہیں۔ یہ اس قوم کا حال ہے جو اپنے آپ کو خدائے واحد کا پرستار اور محمد عربی کا غلام کہتے ہیں۔ اس پر فخر کا اظہار کرتے ہیں۔ اور مسلمان کے نام سے پکارے جاتے ہیں جو اپنے پاس ایک ایسی کامل و مکمل اور آخری الہامی کتاب رکھتے ہیں جس میں بنی نوع انسان کی تمام موجودہ و آئندہ سیاسی و تمدنی مشکلات کا صحیح حل موجود ہے جس نے تنظیم و ترقی کے وہ عالم افروز اصول و قوانین پیش کئے ہیں جن کی فطرت دنیا کے کسی مذہب اور کسی نظام زندگی میں نہیں ملتی جن کی پابندی نے جہد نبوت اور خلافت راشدہ کے مسلمانوں کو آسمان سعادت پر پہنچایا اور قیصہ کسریٰ کی حکایتوں کا مالک بنایا تھا۔ اور جن کی روشنی میں آج بھی دنیا کی مادہ پرست اور منکر خدا قومیں منازل و تقاضے کر رہی ہیں۔ دوائے ناکامی کہ خود مسلمان اس کتاب مقدس کی رہنمائی سے محروم ہیں۔

ہمارے علماء و زعماء بڑے فخر و مباہلات اور بلند آہنگی سے کہتے ہیں کہ دنیا کے تمام پیچیدہ مسائل کا حل قرآن میں موجود ہے، سیرۃ رسول ہی انسانوں کو سچی انسانیت دے سکتی ہے اور دنیا میں صرف اسلام ہی امن قائم کر سکتا ہے زبان سے یہ کہتے ہیں اور یہی سیاست اختیار کرتے ہیں کفار و مشرکین کی ذرا ٹھنڈے دل سے غور فرمائیے جب قرآن مقدس نے اپنا نصب العین جماعت اور پروگرام دے دیا جوہر اور ان کو انفرادی و اجتماعی تمام فرائض حیات بتلا دیئے ہوں۔ ان مسلمانوں میں اس سوال کا پیدا ہونا کہ "مسلمان کیا کریں" اور پھر وہ اس پر آپس میں لڑیں۔ اور جو تم بیڑا ہوں۔ تو یہ صورت حال دوسری قوموں کے لئے باعث تمسخر و استہزاء ہے یا نہیں؟ ایسی حالت میں اگر جو ہر لال یہ کہہ دے کہ اسلامی تہذیب سوائے اونچے پانچے اور کوئی دامنہ بندھنے کے اور ہے کی چیز تو اس پر سرخ پا

اختیار کرنا نہیں چاہئے۔ اگر کوئی اللہ کا بندہ ان کو اسلام کا صحیح فکر و عمل دے اور ان کو اسلام کی راہ راست پر لانا چاہے تو مفکرین و مدیرین ملت ناک بھون چڑھتے ہیں۔ اور اسلام کی طرف بلانے والے میں کیرھے ڈالتے ہیں۔ اور مسلمان کو اسلام کی طرف نہیں آنے دیتے۔ اسلام کی بہتری اور مسلمانوں کی برتری سب چاہتے ہیں مگر اسلامی طریقہ کار کی پیروی کوئی نہیں کرنا چاہتا۔ اپنی اپنی سوچی اور سمجھی ہوئی باتوں پر اعتماد اور بھروسہ ہے مگر ان کو کون بڑ سنت سے مستند کوئی نہیں کرتا۔ اور اگر کرتے ہیں تو تاویل باطل سے، قصود قرآن و حدیث کو سب نے پس پشت ڈال رکھا ہے۔

ایک مثال پر غور فرمائیے۔ آج جبکہ ہندوستان میں سیاسی و تمدنی انقلاب پوری ہیبت ناک اور ہلاکت آفرینی کے ساتھ مسلمانوں کے سر پر کھڑا ہے۔ اور ان کو اپنی لال سلی آنکھیں دکھا رہا ہے۔ وہ حیران و پریشان میں اپنے آپ کو خطرات و مصائب میں گمراہا پاتے ہیں خوف و ہراس سے جان نکلی جا رہی ہے۔ اور سوال ہوتا ہے مسلمان کیا کریں؟ اس کا جواب کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے نہیں لیتے۔ گویا قرآن و حدیث میں اس کا جواب ہی کوئی نہیں اس لئے وہ مجبور ہیں کہ اس کا جواب اپنے علماء و زعماء سے مانگیں۔ ان کی بارگاہ عالی سے جواب آتا ہے کہ کانگریس میں گھس جاؤ، لیگ کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو جاؤ۔ احمدی بن جاؤ اور خاکسار ہو جاؤ۔ پھر اس پر آپس میں لڑتے ہیں۔ اپنی اپنی راہ کو صحیح بتاتے ہیں سب کے سب قرآن و حدیث سے غلط سلط دلائل دیتے ہیں اپنے اپنے فکر و عمل کو اسلامی طریقہ بتلاتے ہیں مگر اسلام کے راستہ پر نہیں آتے۔ فرمائیے یہ فکر و عمل کا تضاد نہیں تو اور کیا

امت مسلمہ کی ذلت و رسوائی یہ سب تنظیم و ترقی

ہوتی ہے۔ اس لئے اسلامی دعوت سن کر بڑی فائدہ انگنت اور مصلحانہ شان کے ساتھ کہہ دیا جاتا ہے کہ وہ آپ نے کیا خوب مسلمانوں کو راہ سہجائی ہے۔ اس کے معنی تو یہ ہوتے کہ مسلمان تحریک آزادی اور حصول پاکستان سے الگ ہو کر اپنے آپ کو مسلمان بنانے میں لگ جائیں جو صدیوں کا کام ہے۔ اور اتنی دیر نہیں۔ برادران وطن کہیں سے کہیں نکل جائیں تم اپنے آپ کو مسلمان بناتے رہو گے۔ اور وہ طاقت و اقتدار حاصل کر کے نہ نہیں رہنے دیں گے اور نہ تمہارے مذہب کو یہ مسلمانوں کو بے عمل بنانا ہے۔ انگریزوں اور ہندوؤں کے ہاتھ مضبوط کرنا ہے۔ اور ہلاکت و بربادی کی راہ ہے بناءً علیہ یہ وقت مسلمانوں کو مسلمان بنانے کا نہیں بلکہ آزادی یا پاکستان حاصل کرنے کا ہے۔ جب ہمیں آزادی اور پاکستان مل جائے گا تو پھر ہم آسانی کے ساتھ اسلامی حکومت قائم کر لیں گے۔ اور مسلمانوں کو متقی و پرہیزگار بنالیں گے۔ اگر ہم ایسا نہ کر سکتے تو ہم مسلمانوں کو مسلمان بنالینا۔ ابھی اسلام اسلام کر کے مسلمانوں کو کیوں خراب کرتے ہو؟ معلوم ہوا تم نبردل ہو، نادان ہو، بے عمل ہو، اور سیاست نہیں جانتے۔ یہ حشر ہوتا ہے آپ کے علماء اور لیڈروں کی باہ گاہ عالی میں اسلام کی دعوت انقلاب کا۔

اسلامی دعوت کا صحیح منشا

اسلامی دعوت کے صحیح منشا وہ مقصود کو سمجھتے ہی نہیں یا دیدہ و دانستہ اس کو غلط رنگ میں پیش کر کے مسلمانوں کو اپنی قیادتوں سے وابستہ رکھنا اور اسلام کے راستہ سے ہٹانا چاہتے ہیں۔ وہ درحقیقت مسلمانوں کی اصل پوزیشن اور اسلام کی دعوت انقلاب اور اس کے طریقہ کار کو سمجھے ہی نہیں غضب بالائے غضب یہ کہ سمجھنا بھی نہیں جانتے۔ پس اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ اسلام کی دعوت کا مقصود وہ مدعا یہ ہے کہ آزادی ضرور حاصل کر دو۔

ہونے اور آسمان سر پر اٹھانے کی ضرورت کیا ہے؟ جب ہم اعتقاد دی اور عملی طور پر اس حقیقت پر ایمان نہیں رکھتے تو ہمارا مذہب ایک ایسا مذہب ہے جو انسان کی نہ صرف دینی بلکہ دنیوی ضروریات کا بھی کفیل ہے۔ خواہ وہ سیاسی ہوں یا ہندو، معاشرتی ہوں یا اقتصادی۔ اسلام میں ہرے سے دین و دنیا کی تفریق ہی نہیں۔ وہ ایک مکمل اور جامع نظام حیات ہے۔ اور جب ہم اسلامی نظام کی طرف انسانوں کو دعوت دینے کی بجائے خود دوسرے کافرانہ نظاموں کے ماتحت زندگی بسر کرنے پر قانع ہوں تو کیوں نہ دوسرے ہمارے نظام، ہماری تہذیب، ہماری سیاست اور ہماری قومیت کا مذاق اڑائیں۔ اس کا باعث ہم خود ہیں نہ کہ غیر مسلم لیڈر۔

جب ہم اسلام کو ایک مذہبی حیثیت دے کر دنیوی امور میں غیروں کی تقلید و پیروی کر رہے ہیں۔ اور آقاؐ نامہ اور محمد مصطفیٰؐ احمد مجتبیٰؐ اصلی اللہ علیہ وسلم کے دامن کو چھوڑ کر ائمہ کفر و ضلالت کے دامن پکڑے ہوئے ہوں اور بیچ نہ رہے ہوں کہ ہمارے ہم کی کریں۔ خود دوسری قوموں کو حق ہے کہ وہ ہمارا مذاق اڑائیں، ہمیں اپنی ٹھوکر سے پامال کریں، ہماری قومیت کی دھجیاں اڑائیں ہمارے نشیت و انتراق پر قہقہے لگائیں اور ہماری تحریک پر اپنی تعمیر کریں۔ اس لئے کہ ہم خدا کے باغی ہیں۔ اس کے رسول کو ہم نے دھوکہ دیا ہے۔ رسول اس کو مانا ہے۔ اور قائد فاسق و مجاہد یا کفار و مشرکین کو بنایا ہے۔

اسلامی دعوت اور مسلمان منکرین بدترین کا خدہ بہ خدہ

مذکورہ بالا صورت حال کی اصلاح کے لئے مسلمانوں کو اسلام کی طرف بلایا جاتا ہے، تو اس سے تمام لیڈروں تمام باعتوں اور تمام غیر اسلامی تحریکوں اور نظاموں پر ضرب پڑتی ہے علماء اور لیڈروں کی غلطی اور بے راہ روی واضح

مگر آزادی و غلامی کا تصور دوسری قوموں سے ملو جبکہ اسلام سے لو۔ یعنی یہ کہ انسانوں کی قانون سازی مگرانی سے نجات حاصل کرو۔ کہ دنیا میں فساد کی جڑ یہی ہے۔ طاقت و اقتدار ضرور حاصل کرو۔ مگر انگریزوں اور ہندوؤں سے بھیگ مانگ کر نہیں بلکہ ایمان و عمل صالح کے ذریعہ عمل ضرور کرو۔ بے عملی موت ہے، مگر عمل صرف تقریریں کرنا تجاہلات میں بیانات شائع کرنا، کانفرنس کرنا، کنوینٹ انڈیا اور پاکستان زندہ باد کے نعرے لگانا اور جیلوں میں جانا نہیں بلکہ احکام الہی کی تعمیل کرنا اور اسلامی نظام کے قیام کی راہ میں جان کی بازی لگانا ہے۔ اور تنظیم و ترقی کے اصول انگریزوں یا ہندوؤں سے نہ لو بلکہ اسلام سے لو۔ سیاست کفار کی نہیں بلکہ انبیاء علیہم السلام کی لو۔ انگریزوں کی دشمنی میں اندھے بنو۔ اور نہ ہندو کی دشمنی میں آپے سے باہر ہو سب کو اسلام کی طرف بلاؤ۔ دوستی و دشمنی اللہ کے لئے کرو۔ دینی حقوق و مفاد کے لئے دنیا پرست قوموں کی طرح دوسروں سے نہ لٹو۔ بلکہ اللہ کے لئے لٹو کہ دنیا میں ادیان بالملک کا غلبہ ملے اور دین حق قائم ہو۔ الغرض جو کچھ بھی کرو اسلامی طرز پر کرو۔ لیجئے صاحب یہ ہے اسلامی دعوت۔ اب بتائیے اس میں کیا خرابی کیا نقص ہے۔ اور ہمارے رہنا اسلامی روش کیوں نہیں اختیار کرتے اس میں کون سے کڑے پڑ گئے ہیں۔

مسلمانوں اسلام کی طرف آؤ اور بخوف زندگی کے مالک بن جاؤ

مذکورہ بالا تمام گزارشات کا خلاصہ و ماحصل یہ ہے کہ اسلام کی طرف آؤ۔ اور سیاست و تمدن میں اسلامی سنگ و نظریہ اختیار کرو۔ تمام دکھوں، تمام پستیوں، تمام ذلتوں، تمام ناکامیوں، تمام مصیبتوں، تمام پریشانیوں

اور تمام خطروں کا یہی صحیح علاج ہے تنظیم و ترقی، فلاح و کامیابی اور احیاء اسلام کا بس یہی ایک راستہ ہے اگر مسلمان اس پر چل پڑیں تو نہ انگریز ان کا کچھ بگاڑ سکتے ہیں نہ ہندو۔ آج دنیا اسلام کی رہنمائی کی محتاج ہے پیاسی رہو ہیں اسلام کے آبجیات کے لئے تڑپ رہی ہیں۔ انسانی نظاموں کا مادہ ہوا انسان امن و سکون کو ترس رہا ہے۔ خدا را اٹھو۔ اسلامی سیاست سے دنیا کی رہنمائی کرو مسلمان بنو تاکہ دنیا تمہارے قدموں پر رہے۔ مسلمان بن کر تم کا نئیات ارضی و سماوی کی تسخیر کی بجائیں لے سکتے ہو۔ لو اس پر خالق ارض و سما کا ارشاد بھی سن لو بَلَىٰ مَن أَشْلَمَ وَ جَهَنَّمَ لِلَّهِ وَ هُوَ مُحِيطٌ فَلَمَّا آخَوْا بَعْدَ رَءَابِئِهِ وَ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُونَ۔ بیشک جو شخص بھی اپنے آپ کو خدا کا مطیع و فرمانبردار بنادے (سچا مسلمان بن جائے) اور وہ مخلص بھی ہو (اپنے آپ کو خدا کے حوالہ کر دینے میں) تو اس کا اجر اس کے رب کے پاس ہے۔ ان پر نہ کوئی خوف ہے۔ اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

یہ ہے ایک مسلم کی زندگی کی قوت و شان کہ وہ خدا کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا، اور نہ خوف زندگی کا مالک ہوتا ہے وہ ہر حال میں راضی ہر شے الہی رہتا ہے۔ اللہ کے راستے میں جو کچھ بھی پیش آئے اسے مردانہ وار برداشت کرتا ہے۔ طاقت و اقتدار کے ظالم و متکبر نہیں بنتا۔ اور کمزوری و محکومی اور مفلسی و فقری میں خمیر فروش، اغیار و اذادہ شکم پرست نہیں ہوتا۔ فقیری ہو یا امیری دونوں حالتوں میں اللہ کا شکر گزار بندہ بن کر رہتا ہے۔ اگر تمہیں یہ زندگی میسر آ جائے تو اس کے مقابلہ میں ہفت اقلیم کی بادشاہت بھی کچھ نہیں، مگر ملازمتوں و مزدوروں، عہدوں اور لیڈری کے بھوکے اور نام نہاد خود کے طلبگار اس زندگی کی قدر و قیمت کیا جائیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اسلام کا صحیح علم و عمل عطا فرمائیں تاکہ دنیا

علماء حق کے وقار کا کانٹا

(۲)

(از جناب مولانا سید تیا ح الدین صاحب کانٹیل)

کچھ عرصہ ہوا کہ ایک صاحب نے درس میں تقریر کرتے ہوئے کہا:-

"ہم نے عوام پر علماء کے اثر کو زائل کر دیا ہے۔
ابج لوی... کے حصہ کا پلاؤ ہم کھا رہے ہیں۔
آچار یہ کو اپنے ساتھ ملانے کے لئے ہم میں سے
کوئی شخص بیٹھ رہا نہیں ہے لیکن اگر ہوتا بھی
تو راجہ جی جیسا ایمان دار آدمی تو جب بھی خرید
جاسکتا۔ البتہ ہمارے یہ مولوی ضرور خرید لئے
جاتے۔"

میں پھر کہتا ہوں کہ شکوہ اس کا ہے کہ ان افغانوں سے جن
دلی جزبات کی ترجمانی ہوتی ہے یہ جس ذہنیت کے آئینہ دار ہیں
وہ قطعاً غیر اسلامی اور تباہ کن چیز ہے۔ من عادی دلیتا
نقد اذنتہ بالحراب علماء اور ایسے علماء راہنہین کی عداوت
اللہ تعالیٰ کے چیلنج کو قبول کرنا ہے۔ افغان پر غور کیجئے علماء
کے اثر کو زائل کرنے پر میرا جلاس فخر کیا جا رہا ہے۔
آچار یہ تو ایماندار ہے۔ وہ تو کسی طرح بھی خرید نہیں جاسکتا
مگر مولوی بے ایمان ہیں۔ ان کو خریدنا جاسکتا ہے اور آج
کل وہ گویا سیٹھ برلا کے ذریعہ ہندوؤں کے ہاتھ پر گئے ہیں۔
فواجباً حتیٰ کلب نسبہ

کان ابا ہا ٹھنڈل و جاشم

مولوی کے حصہ کا پلاؤ آپ شوق سے

کھا لیتے۔ پلاؤ کھانا آپ کو بھاری ہو۔ اچھا ہوا کہ آپ کے منہ
سے سچی بات بے اختیار نکل گئی۔ آپ درحقیقت اسی پلاؤ ہی کے
لئے لڑتے ہیں۔ آپ کو تو قوم سے محبت ہے نہ مذہب و ملت

سے عشق ہے۔ ملک و وطن کی خدمت مطلوب ہے اسی پلاؤ کے
لئے ساری تنگ و دو ہے۔ مگر مولوی پلاؤ کے لئے
یہ مصائب و آلام برداشت نہیں کرتا۔ وہ اس پلاؤ کو
خود ترک کئے ہوئے ہیں اس لئے پلاؤ کھانے کے لئے
آپ کو ان سے لڑنے بھرنے اور ان کی توہین کی ضرورت نہیں
اس کے بغیر بھی آپ پلاؤ کھا سکتے ہیں۔ اور رہ گئے عوام پر
علماء کا اثر۔ اگر آپ اس کو زائل سمجھتے ہوں۔ تو یہ آپ کی
غلط فہمی ہوگی۔ یا آپ جان بوجھ کر اپنے آپ کو دھوکہ دیتے
ہوں گے۔ یقین جانئے کہ صحیح الاعتقاد اور کامل الایمان مسلمانوں
کے قلوب میں علماء کرام کی عظمت و وقعت جا بجا مرکوز ہے۔ بلکہ
شاید بڑھتی جاتی ہے۔ اور جن کا نام لے کر اور جس طبقہ کی
طرف اشارہ کر کے کہا جاتا ہے کہ ان کے ہاں علماء کا وقار
اب ختم ہو گیا۔ تو وہ لوگ درحقیقت روز اول ہی سے علماء دشمن
اور مذہبی قیود و حدود سے آزاد رہنے والے ہیں۔ علماء کے
خلاف ان کا محاذ مدت ہوئی قائم ہوا۔ اور وہ ہمیشہ اس کوشش
میں لگے رہے کہ علماء کا وقار عوام پر ان کا اقتدار کسی طرح زائل
ہو جائے تاکہ انہیں اپنی نافذ بھی پھیلانے کا خوب موقع ہاتھ
آجائے۔ مختلف عنوانات سے رنگ بدل بدل کر علماء کی بدنامی
علم دین کی رسوائی میں ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ وکن لک
جعلنا کلک نبی عدو شیا طین الحق والانس یوحی بعضہم
الی بعض زحوظ القول غرور اڈ

علماء حق کے گردہ کو ہنسنے زمین سے نیست و نابود کرنے کے
لئے مختلف حربے استعمال کئے گئے۔ مگر یہ علماء بھی کچھ ایسے سخت جان
اور امنٹ واقع ہوئے ہیں کہ کسی تحریک سے بھی یہ مٹ نہ سکے۔

وہ مسجدوں کی آبادی علم دین کی اشاعت، اور اذان و نماز کو اہم نہ سمجھتے ہوں۔ مگر واقعہ یہ ہے۔ اور حقیقت کسی کے انکار سے معدوم نہیں ہو سکتی۔ کہ یہ بھی دین کے احکام ہیں۔ ان کا باقی رکھنا مسلمانوں کے لئے نہایت ہی ضروری ہے۔ اور علماء کرام کے بغیر عوام اس کام کو پایہ تکمیل تک پہنچا نہیں سکتے۔ پس اس سے غفلت کرنا بھی دین کی عمارت کو کمزور کرنا یا ڈھانسا ہے۔

اور اسی اسلامی اور خالص مذہبی جذبہ کے ماتحت علماء کرام ان حضرات کو مسلمان سمجھ کر مسلمانوں کے نمائندے یقین کر کے اشتراک عمل کرتے ہیں۔ مگر جب کبھی خالص مذہبی معاملہ پیش ہوتا ہے حکومت سے ٹکرا جانے کا موقع پیش آ جاتا ہے مثلاً گذشتہ سال مدح صحابہ کا خالص مذہبی مسئلہ پیش ہوا۔ یا مذہبی حکم ماننے میں ذاتی اور شخصی منافع اور دنیوی منافع فوت ہوتے ہوں۔ تو اس وقت علماء کرام اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ مذہب کو پس پشت ڈالا جا رہا ہے۔ اپنی "پادشاهی کے ممبروں" کے جذبات کا احترام ناموس صحابہ سے مقدم سمجھا جاتا ہے۔ اپنی دنداروں اور نوکریوں کو قابو میں رکھنے کا خیال عام قوی اور مذہبی مفاد سے زیادہ کیا جاتا ہے۔ اور تقریر و تحریر میں جو کچھ کہا جا رہا ہے۔ جو عدسے کئے جاتے ہیں۔ اس کی عملی مخالفت ہوتی ہے۔ اور وہی حالت ہوتی ہے کہ

وانھی اعطتک الیائ فانھا

لغیرک من خلائھا ستلین

وان حلفت لا ینقض النائی عہدھا

فیس الخضوب البنان یمین

جب یہ "مخضوب البنان" ایسے شتون مزاج ہوں۔ ان کے قول و عمل میں اس قدر بے وفائی اور تضاد ہو۔ تو اب آپ بتلائیے کہ ایسی حالت میں علماء کرام ان کے ساتھ کیسے شریک ہوں۔ ہر بات میں مذہب سے بے پرواہ بلکہ صریح احکام کو مصلحت وقت کے غرض سے ٹھکرانے والوں کے ساتھ وہ کس طرح مذہب

ہزاروں سیلاب آئے اور گذر گئے مٹانے والے خود مٹ گئے مگر ان کو فنا کرنے میں ان کو کامیابی نہ ہوئی مہ اک آشیان کہ ہم کو تباہی کا غم چچ خوب مانوس میں شکست ہزار آشیان کے ہم اور یہ درحقیقت مضور کی اس پیشین گوئی کی صداقت ہے اور اس کا ثبات ہونا ہی تھا۔ لاتزال طائفۃ من اہل حق ظاہرین علی الحق لا یضرھم من خذلھم اور قیامت تک پوری ہوتی رہے گی۔ ہاں اس حق و صداقت کی اشاعت اس پر خود جم کر دہنے میں ان کو صبر شکن مصیبتوں کا سامنا پڑا ہے اور آئندہ بھی ان کو ایسے حوادث کے تجربہ مشق بننے کے لئے تیار رہنا ہے۔ مگر راہ حق میں مصائب و آلام کا صبر و استقلال سے پرورش یافتہ ہونا۔ ایہوں اور غیروں کے دل آزار اور بگڑ خراش طعنے سننا علماء حق کی اس جماعت کا فریضہ ہے مہ

ومن خیر ما فینا من الامور اننا

مقی ما نوافی موطن الصبر نصبر

جیسا عرض کر چکا ہوں۔ علماء کرام کا اصل مطلع نظر مذہب ہے

اور اسی مذہب ہی کی خدمت کے لئے وہ اپنی ہمتیں صرف کرتے ہیں۔ سیاسیات میں شامل ہوتے ہیں تو نوکریاں ملنے و مذاہب حاصل کرنے اور "پلاؤ کھانے" کی نیت سے نہیں۔ بلکہ اس غرض کے لئے کہ وہاں جا کر اس میدان میں اسلام کی حفاظت کا کچھ سامان کریں کیونکہ آزاد خیال اور بے پرواہ لوگوں نے یہ میدان کھلا چھوڑنا۔ اور مذہب سے ناواقف لوگوں کو

کو سیاسی نام اختیار کرنا مذہب کی خدمت سے چشم پوشی ہوگی۔ اور اس سے مذہب کے بہت سے احکام پر نہ دہڑے گی۔ اور اسی طرح اگر بعض سیاسیات سے علیحدہ ہو کر مسجد کے حجروں میں یا درسوں کی چٹائیوں پر بیٹھتے ہیں۔ اذانیں دیتے ہیں۔ اور جنازے پڑھتے ہیں تو وہ بھی صرف اس لئے کہ دین کے کسی دوسرے شعبہ کی خدمت انجام دیں۔ ممکن ہے کہ "متجددین" ان چیزوں کو دین نہ سمجھتے ہوں

کی خدمت کر سکتے ہیں۔ اور ایسے لوگوں کو اپنا قائد و رہبر کیسے بنائیں، لہذا مجبوراً بادل ناخواستہ ایسے لوگوں کی جماعت سے انہیں علیحدہ کام کرنا پڑتا ہے۔

وَكَيْتَا وَيَسْلَىٰ فِي صُحُورٍ مِنَ الْهَوَىٰ
فَلَمَّا تَوَفَّيْنَا نَثَبَتْ وَزَنَّتْ
وَكَيْتَا عَقْدًا عَقْدًا الْوَصْلَ بَيْنَنَا
فَلَمَّا تَوَفَّيْنَا شَدَّ ثَوْبُ وَحَلَّتْ

علماء نے ہمیشہ ان کو اللہ کی راہ کی طرف بلایا۔ مگر کیا دے گا شوق علماء کی پیروی کرنے سے مانع آجاتا ہے اور ان کی آواز حق ان کے لئے صد البحر اثابت ہوتی ہے وہ کوشش کرتے ہیں کہ کسی طرح ہم قریب ہوں۔ مگر وہ قول و عمل سے ہر لمحہ اسی کو ثابت کرتے ہیں کہ ہم علماء سے دور رہنے پر مجبور ہیں۔ اور ہمیں نہ علم کی ضرورت ہے اور نہ علماء کی۔ اور مذہب و دین کی۔

فَوَاقَتْهُ مَا قَرَّبَتْ إِلَّا تَبَاعُدَتْ
بِصُومٍ وَلَا كَثْرَتِ إِلَّا اسْتَقْلَلَتْ

غرض علماء کی طرف سے تو ہر طرح کی کوشش کی گئی کہ یہ حضرات کسی طرح مذہب کی صحیح خدمت کے لئے اشتراک عمل پر آمادہ ہوں۔ شخصی فوائد اور لیڈری کے جذبہ کو مذہب کے مقابلہ میں قربان کرنا منظور کریں انہوں نے اپنی اس سعی کے بار آور کرنے کی خاطر ان کی بہت ناز برداری کی۔ ان کے جذبات کا ہر موقع پر بہت خیال رکھا۔ نہایت بردباری سے کام لیتے رہے۔ مگر خود علماء کو آخر کار یہی کہنا پڑا۔

مَنْ زَخَوَا بِأَنْ حِشْمَ نَيْكِي دَاسْتَمِ
خود غلط ہو کر آئینہ ماینداشت

بَلْ تَدَايَيْنَا فَلَمْ يَشْفَ مَا بَنَّا عَلَىٰ أَنْ تَرَبُّبًا لِلْأَنْجِيهِ مِنَ الْعِلْمِ
علی ان قرب الدار لیس بنافع، اذا كان من تهلوا لیس لانی د
علماء کرام کے متعلق بلند بانگ اعلانات کئے جا رہے ہیں

کہ ان کی کوئی سیاسی بصیرت نہیں۔ اور موجودہ سیاسیات میں علماء کی رائے کچھ قابلِ رُفعت و اُخلا و نہیں۔ اگر ان حضرات ماہرین سیاست کا مقصد یہ ہے کہ علماء یورپ کی اس ملعون سیاست سے نابلد اور نادان قف میں جو چالباہ فریب و ہی۔ کذب و دین۔ وعدہ خلافی، منافقت و دوائی، طوطا چشمی کا دوسرا نام ہے تو یقیناً علماء ایسی سیاست سے بے بہرہ ہیں۔ اور اسی نادان قف پر وہ کلمہ شکر بھی ادا کرتے ہیں۔ نہ ان کو ایسی سیاست کی ضرورت ہے۔ اور نہ ایسی سیاست کی واقفیت۔ یہ ان کو کچھ فخر ہو سکتا ہے۔ جو اس سیاست کو کمال سمجھتے ہیں یہ ان کو مبارک ہو علماء تو اس سیاست کے ماہر ہیں جو قرآن مجید کی آیات بنیات احادیث کی روایات، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ زندگی اور آثار و اقوال سلف صالحین سے حاصل کی گئی ہے۔ اس میں وہ الحمد للہ کافی بصیرت رکھتے ہیں۔ اور اسی روشنی کی طرف وہ سب مسلمانوں کو بھی بلا تے ہیں۔ خدمت اسلام کی دعوت دیتے ہیں۔ اور اسلامی قوانین کے اجراء اور دین الہی کی سرپرستی کے لئے ملکی حکومت کے تمام اختیار کو صالحین کے ہاتھوں میں دینے کی سعی میں مصروف ہیں۔ لیکن اس صورت میں کچھ عملی کام کرنا پڑتا ہے۔ کچھ پسینہ بہانا ضروری ہے۔ قید بندی مہینوں سے دو چار ہونا لازمی ہے۔ طعن و تشنیع کے فقرے سننے ہوں گے غرض آزمائشوں میں پڑنا ہوگا۔ اس لئے دودھ پینے والے مجنون ان خون دینے والے مجنوں کیساتھ مل کر اپنا قیمتی خون پانی کی طرح بہانا نہیں چاہتے۔ وہ تو عربی شاعر کے اس شعر کے مخاطب ہیں۔

السنم اقل الناس عند لو انهم
واكثرهم عند الذبیحة والقدر
واذا تكون کرہت ادعی لها
واذا یحاس الحیس بدعی جندب

اور آج کل کے ان آدم طلب اور عیسٰی پسند کام جو یہ
لیکن زبان دراز اور نکتہ چین حضرات کی حالت بغینہ ان
عراقیوں کی سی ہے جن کی وجہ سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ
علیہ السلام نے اللہ کے شیر اقصاہم کے مصداق ہستی کی سیاست
پر ہی کامیاب نہ ہو سکی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک دن ان کو
مخاطب کر کے فرمایا تھا۔

میں جب تم سے موسم سرما میں کہتا ہوں کہ شمشادوں
سے جنگ کرو تو تم کہتے ہو کہ یہ تو بہت بڑا سخت
موسم ہے۔ کھڑکے کا جاڑا پڑ رہا ہے۔ مگر جب موسم
گرمیوں میں کہتا ہوں کہ ابھار ان لوگوں سے
لڑو تو تم کہنے لگتے ہو کہ آج کل تو بڑی ہی سخت
گرمی ہو رہی ہے۔ مگر ہم بڑی جلد ہی ہیں۔ لوگ
کہتے ہیں کہ علی کو سیاست نہیں آتی۔ ہاں ٹھیک ہے۔
جس شخص کی بات نہیں مانی جاتی ہے اس کو سیاست
بھی نہیں آتی۔

علماء کو بھی اس لئے سیاست نہیں آتی کہ ان کے بتائے
ہوئے طریقوں پر عمل نہیں کیا جاتا۔ دین کی صحیح خدمت
کے لئے وہ کوئی سکیم سوچتے ہیں اور وہ قوم کے سامنے پُرکام
پیش کیا جاتا ہے تو بجائے اس کے کہ اس اسکیم کو جامہ عمل
پہنا کر اللہ تعالیٰ سے نیک نتائج کی امید رکھیں ان معتضین
صاحبان کی طرف سے ان پر تنافز اور لاتنفیر وافی
الحکر کی صدائیں بلند ہونے لگتی ہیں اور لا تلقوا ابدا بکم
الى القتل کے عنوان پر مقالے شائع ہونے شروع ہوتے
ہیں۔ علماء کرام کی تقاریر سننے سے ان کے جلسوں میں شائع
ہونے سے بڑی شد و مد کے ساتھ رد کا جاتا ہے۔ اور
لا تسمعوا لهذا القرآن والغوا فیہ لعلکم تغلبون کے فقرہ
کو پھر سے تازہ کیا جاتا ہے۔ اور اطاعت تو کیا کریں گے صرف
اس خلاف واقعہ ہم پر کہ وہ بلاؤ کھا رہے ہیں۔ ان سے
بلاؤ پھینک دینے کے لئے آستینیں پھڑکا کر میدان مبارزت میں

نکل آتے ہیں۔ واللہ اھد قومی فانہم لا یعلمون
علماء تو اپنے فرائض منصبی کو پورا کرنے پر مجبور ہیں۔ باطل
کے خلاف آواز اٹھانا اور حق و صداقت کے علم کو بلند کرنا
ان کا کام ہے۔ اس لئے خواہ کوئی ان کا وقار نہ اٹل کرے
یا کوئی ان کی قیادت فنا کرنے کی کوشش کرے یا مشرقی
کے الفاظ میں ہندوستان سے مولوی کا وجود مٹائے۔

بہر حال انہیں میدان میں مردانہ وار نکل کر دین کی خدمت
کرنی ہے۔ کوئی "نامسلمان مسلمان" مذہب کی روایتوں کو
اور حلال و حرام کے ذکر کو ملک بدر کرنے کی جلد جہد جاری
رکھے تو رکھے، علماء تو اس دین کو اور دین کی
ہر چھوٹی بڑی روایت کو زندہ و تابندہ رکھنے کے لئے
انتہائی ہمت سے کام لیں گے اور اپنی جانیں قربان
کریں گے۔

فان تمنعوا لبلی وحسن حدیثھا
فلن تمنعوا منی البکا والقوا نیا
فہلا تمنعتم اذا منعتم حدیثھا
خیال ابوا فیمنی علی النائی ہادی

اگر کوئی عمار کو غیبت و نابود کرنا چاہے۔ ان سے بائیکاٹ
اور ان کی تحقیر و تذلیل کو اپنا مقصد زندگی بنائے۔ اور
بتلائے تو انہیں کھلے بندوں اجازت ہے اپنی ہمت
اسی "جہاد اکبر" میں صرف کرے۔ علماء کا حامی اللہ ہے اسی
کے بھروسہ پر چلتے ہیں۔ اور لا یضرھم من خذلھم
کے وعدہ صادق پر انہیں کامل اعتماد ہے۔

ان الذی یقبض الدنیا ویسبھھا
ان کان غناک عنی سوف یغنی
اللہ یعلمنی واللہ یعلمک

مضمون کچھ طویل ہو گیا لیکن ضرور بود حکایت دراز
تر گفتیم۔ آج کل علماء دین اور خود احکام دین کے برخلاف
جو طوفان بد تمیزی برپا ہے۔ جو سیلاب اُٹھ کر چلا آ رہا ہے۔

علماء کے ساتھ جو جو بے انصافیاں بے اعتدالیاں ہو رہی ہیں ان کو دیکھ سن کر ایماندار اور دین مذہب کے عاشق کا دل ضرور خون ہو جاتا ہے۔ اور اسی جرأت ایمانی اور جوش مسلمانی نے مجھ سے بھی یہ پند سطور لکھوائیں۔
یقین جانئے اس میں کسی قسم کی عصبیت کو کچھ دخل نہیں ہے

(رحمہم) دمعی تعہد داتا نفسی جوت فی دمعی المتحد
کی میں توقع رکھ سکتا ہوں کہ میرے اس اظہار حق سے کسی کے دل میں سچی بات اثر کر جائے گی، وہاں تنفعی ہونے والا ہوگا
اللہ تعالیٰ کے جناب میں میری دعا ہے۔ اَللّٰہُمَّ اھْدِ قَوْمِ فَاھْمَہُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝

تاریخ و عمر

”متنبی“

عربی کا مشہور شاعر اور مدعی نبوت

(انمولانا قاضی فلیل الرحمن صاحب قمر تنغانی لکھنا، جلیں)

چودھویں اور ٹھاکوڑوں کی افزائش اور پیداوار وہیں ہوتی ہے۔ جہاں دولت و ترزاؤں کے ڈھیر ہوتے ہیں تہذیب اور کنگالوں کی آبادی میں لیٹروں اور بہنوں کا کیا کام۔ خدا تعالیٰ نے جب اپنے پسندیدہ مذہب کو دولت لاندہ وال ودیعت فرمائی تو اس میں بہنوں کا وجود بھی ناگزیر ہو گیا یہ چودھویں صدی کی خصوصیت نہیں کہ اس میں متنبی قادیان نے جنم لیا۔ بلکہ اسلام کو اپنے یوم آفریش کے بعد سے ہر دور اور ہر قرن میں ایسے کڑاہیں و درجائیں سے واسطہ پڑتا رہا ہے۔ آج کی صحت میں چودھویں صدی کے متنبی کے حالات بدیہ ناظرین میں۔ اگر صحت و عافیت کی اہم زانی رہی تو انشاء اللہ آئندہ محبتوں میں دیگر بھوٹے و عیان ہوتے حالات عرض کر دوں گا۔

ابو الطیب احمد بن حسین

نام حسب نسب وغیرہ

اسے اس نام سے کوئی نہیں پہچانتا دنیا جہاں اس کو متنبی کے نام سے جانتی ہے۔ یہ وہی متنبی ہے جس کو ادب عربی میں لاندہ وال شہرت حاصل ہے اور جس کا دیوان ہمارے

عرب کے نصاب تعلیم میں داخل ہے۔
متنبی سنہ ۳۳۰ھ میں کوفہ کے ایک محلہ کندہ میں پیدا ہوا۔ ابو الحسن محمد بن علی علوی کا بیان ہے کہ متنبی کا باپ سقہ تھا جو عینان کے لقب سے مشہور تھا۔ وہ ہمارے محلہ والوں کا پانی بھرا کرتا تھا۔ البتہ متنبی کی دادی صحیح النسب ہمدانیہ تھی وہ ہمدانی ہمسایہ اور کوفہ کی صالحات میں تھی متنبی اپنے نسب کو چھپاتا تھا۔ اور جب کوئی اس سے اس کا نسب پوچھتا تو کہہ دیتا کہ بھئی میں اخطا تقابل ہوں۔

لیکن جب وہ قبیلہ کلب میں جا کر کچھ عرصہ رہا تو اپنے آپ کو علوی (اولاد علی) کہلانے لگا۔ ابو طیب نے آغاز شباب ہی میں وطن کو خیر باد کہہ دیا اور شام میں آکر مقیم ہو گیا یہاں اس نے فنون ادب میں وہ مشغولیت دکھائی کہ درجہ کمال کو پہنچا۔ اسے لغات عرب پر غیر معمولی عبور حاصل تھا۔ بالکل متروک اور غیر مانوس لغات تک اندر تھے۔

جب کبھی اس سے لغات کے متعلق کوئی سوال کیا جاتا تو وہ نظم و نثر میں کلام عرب کی بے شمار دلیلیں پیش کر دیتا چنانچہ شیخ ابو علی فارسی صاحب الايضاح و التكملة کہتے ہیں کہ

ایک مرتبہ میں نے اس سے دریافت کیا کہ فعلی کے وزن پر کتنی جمعیں آتی ہیں تو متنبی نے فوراً جواب دیا کہ دو، جلی اور خبر بنی شیخ ابو علی کا بیان ہے کہ اس کے بعد میں نے تین دن برابر کتب لغات کی اذواق گردانی کی۔ مگر ان دو کے سوا اور کوئی جمع اس وزن کی قائل نہ سکی!

متنبی شعر و سخن کا امام تھا۔ اور اس کا ثبوت اس کا دیوان ہے۔ وہ عربی کا بے بدل شاعر اور ادب و انشاء میں سرآمد و زکا تھا۔ چنانچہ یہی شعر و سخن اور کمال فصاحت و بلاغت نے اس کو دعویٰ نبوت کی تحریک کی۔ مگر اس کے باوجود وہ دانا و ذہین نہ تھا۔ اسی لئے باوجود اتنی قابلیت کے اس نے اپنے کلام کو دلیل نبوت بنا کر معجزہ کے طور پر پیش نہیں کیا۔ البتہ بادشہ روکنے کا ایک ٹوٹک جسے عربی میں "مدۃ الخطر" کہتے ہیں کہیں سے سیکھ لیا تھا۔ اسی کو ایک مرتبہ معجزہ کے طور پر پیش کیا۔ واقعہ اس طرح ہوا۔ کہ متنبی کا ایک پیرو ابو عبید اللہ لاذقی بیان کرتا ہے کہ ابو الطیب شہرہ میں جبکہ اس کا آغاز شباب تھا لاذقیہ آیا۔ میں اس کی فصاحت و بلاغت کی تعریف سن کر اذراہ و قد شناسی عزت و احترام سے پیش آیا۔ جب راہ و رسم بڑھی تو ایک دن میں نے اس سے کہا کہ تم ایک شیش اور جو بہارہ نوچان ہو۔ اگر کسی جلیل القدر والی ملک کی وزارت تمہیں تفویض کر دی جائے۔ تو اس منصب کی عزت و شرف پر تمہارا ہی وجہ سے چار چاند لگ جائیں! کہنے لگا واہ! اچھی قدر دانی کی! میں تو بنی مرسل ہوں! وزارت کیا چیز ہے میں نے دل میں خیال کیا کہ شاید مذاق کر رہا ہے۔ اس سے کہا کہ آج تک میں نے تمہارے ہنہ سے کوئی مسخر کی بات نہیں سنی! پھر یہ کیا؟ کہنے لگا نہیں واقعی میں بنی مرسل ہوں! میں نے پوچھا تم کس کی طرف بھیجے گئے ہو! کہنے لگا! اس مگر امت کی طرف!

میں نے سوال کیا۔ تمہارا لائحہ عمل کیا ہوگا؟ بولا۔ جس طرح

ارض بسیط ظلم وعدوان سے ملو ہے۔ اسی طرح اس کو عدل انصاف سے بھر دوں گا۔ میں نے پوچھا حصول مقصد کی نوعیت کیا ہوگی؟ کہنے لگا! اطاعت شعاردوں کو نظام و اکرام سے سرفراز کر دوں گا! بافرمانوں اور سرکشوں کی گردنیں آڑا دوں گا! میں نے کہا مجھے خوف ہے کہ کہیں اس مبارزت کی پاداش میں تم ہی قہر عدم میں نہ پہنچا دئے جاؤ۔ اس کے جواب میں اس نے چند شعر بنی البیہ بہ بیہ میں نے کہا کہ تمہارا بیان ہے کہ اس امت کی طرف بنی مبعوث ہوئے ہو تو تم پر کوئی وحی نازل ہوتی ہے یا نہیں، بولا! یاں! اور اس کے بعد اس نے اپنے کلام کے چند حصے سنائے، جن کی فصاحت و بلاغت پر میں غش غش کر اٹھا۔ پھر میں نے پوچھا کتنا کلام نازل ہو چکا ہے؟ کہنے لگا۔ ایک سو چودہ عبرے! میں نے پوچھا عبرہ کتنا ہوتا ہے تو کہا کہ قرآن کی بڑی آیت کے برابر میں نے سوال کیا کہ اس کلام کی مدت نزول کتنی ہے تو جواب دیا کہ سبک سب دفعہ واحدہ نازل ہو گیا تھا۔ اس کے بعد اس نے اپنے کلام کا کچھ حصہ اور سنایا جس کو وحی الہی بتاتھا میں نے کہا تمہاری اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ آسمان تمہارا تابع فرمان ہے! اس کی اطاعت کا کیا حقیقت ہے! کہنے لگا میں فاسقوں اور سرکشوں کا رزق بند کرنے کے لئے نزولِ باران کو روک دیتا ہوں۔ میں نے کہا واقعی تم اساک باران پر قادر ہو! کہنے لگا فاطر السموات کی قسم میں ہارش روک سکتا ہوں! میں نے کہا اچھا کسی دن مجھے بھی یہ کثرہ دکھاؤ۔ اگر تم اپنے دعویٰ میں صادق و کامیاب ہوئے تو میں تم پر ایمان لے آؤں گا۔ چند دن کے بعد مجھ سے کہا! کیا واقعی تمہاری خواہش ہے کہ تمہیں وہ معجزہ دکھاؤں جس کا ذکر چند روز پیشتر تم سے کیا تھا۔ میں نے کہا ضرور! تو کہنے لگا اچھا میں اپنے غلام کو تمہارے پاس بھیجوں گا تم فوراً سواہو کر میرے پاس آ جانا مگر تنہا آنا۔

گرمس طرح سواہر ہوتا ہوں اپنا بچہ ایک دن پیچھے کی طرف سے آکر اس پر سوار ہو گیا! تھوڑی دیر تو ادھونٹنے شوخی کی بعدہ سیدھا ہو گیا۔ اور متبنی نے کئی چکر ادھونٹ سے کٹوائے۔

ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ ابو الطیب کسی آدمی کے ہمراہ کہیں جا رہا تھا۔ راستہ میں ایک کتا ان پر حملہ آور ہوا متبنی نے اپنے ہمراہی سے کہا کہ جب ہم واپس آئیں گے تو اس کتے کو مردہ پائیں گے۔ چنانچہ واپسی پر ایسا ہی مشاہدہ ہوا۔ ان اتفاقات اور شعبہ بازیوں نے اس کے دعوے نبوت کو کافی تقویت دی۔ اور وہ ایک بڑی جمعیت کا مقتدا بن گیا۔

دعویٰ نبوت سے توبہ | بہت کم متبنی ایسے گزرے ہیں جنہیں اس ضلالت و

گمراہی و ظلمت کے راستہ سے واپس آنے کی توفیق نصیب ہوئی۔ ابو طیب ان بلند طالع انسانوں میں سے ہے جسے ہادیہ لطف و رحمت الہی نے دجل و دوزخ سے تائب ہو کر دوبارہ امن و سلامتی کے راستہ پر گامزن ہونے کی سعادت عطا فرمائی۔

جب ابو طیب نے ملک شام میں نبوت کا دعویٰ کیا۔ اور بنو کلب وغیرہ قبائل نے اس کی متابعت اختیار کر لی اور اس کی جمعیت بڑھنے لگی تو امیر لوگوں کو خوشنودیہ کی طرف سے مصر کا گورنر تھا، اس کی طرف سے اندیشہ پیدا ہوا۔ اس نے اندام مال اندیشی ضروری جمعیت فراہم کی۔ اور نہایت خاموشی اور رازداری کے ساتھ اس کے سر پہ چھاپ چا اور اس کو قید کر لیا! بنو کلب اور بنو کلاب اسے اس حالت کس پیرسی میں چھوڑ کر علیحدہ ہو گئے اور اسے تنہا قید و بند کے مصائب بھگتنے کے لئے چھوڑ گئے۔ اس کے بعد وہ طویل عرصہ تک قید و بند کی معیشیت برداشت کرتا رہا۔ اس عرصہ میں اسے اپنے دعویٰ نبوت

سرمہ کا موسم تھا کہ چند روز بعد اس کا غلام میرے پاس آیا۔ اور کہا کہ آقا نے کہا ہے کہ حسب قرار داد فوراً سوار ہو کر آجائے۔ میں فوراً سوار ہوا اور غلام کے ساتھ روانہ ہو گیا۔ راستہ میں میں نے غلام سے پوچھا کہ کہاں آقا کہاں ہے! وہ بولا صحرا کی طرف گئی ہے اس کے بعد غلام بولا جلدی کرو تاکہ ہم وہاں پہنچ کر بارش سے محفوظ ہو جائیں۔ وہ اس وقت ہمارے انتظار میں ٹیلے پر کھڑا ہے اور بارش سے بالکل محفوظ ہے! میں نے کہا کہ تمہارے آقا نے تو بارش سے محفوظ رہنے کے لئے کوئی عمل کیا ہو گا؟ وہ بولا ہاں!

جب بادل چاروں طرف گہر گہر کر محیط ہونے لگے تو ہاتھ میں ایک کوڑا لے کر کچھ پڑھتا ہوا گھر سے نکلا اور شہر سے نصف فرسنگ دور جا کر فلاں ٹیلے پر چڑھ کر کچھ پیچھے میں بھی چلا گیا۔ وہاں جا کر دیکھا تو ہر جگہ موسلا دھا رہا بارش ہو رہی ہے لیکن اس جگہ برسات کا کوئی اثر نہیں۔ ابو عبید اللہ کا بیان ہے کہ ہم دونوں جب اس کی طرف گئے۔ تو بارش اس قدر زور کی تھی کہ بہنے والا پانی میرے کھوڑے کے گھٹنوں تک آگیا لیکن وہاں پہنچ کر دیکھا ہوں کہ ٹیلے کے چاروں طرف سو سو گز تک بارش کا ایک قطرہ بھی نہیں نظر آتا! میں نے اسے سلام کیا اور کہا کہ واقعی آپ نبی مرسل ہیں۔ لایئے ہاتھ تاکہ میں بیعت رسالت کروں۔

بیعت رسالت کرنے کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ شام کا ہر شہر اس کی نبوت کا قائل ہو کر اس کے حلقہ اہدات میں داخل ہو چکا ہے۔ دعویٰ نبوت سے قطع نظر بعض اور نوادر اور شعبہ سے بھی اس کے ہاتھوں ظاہر ہوئے! جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک چالاک شعبہ باز تھا۔ اور اسی بنا پر لوگ اسے متبنی کہنے لگے۔

مثلاً ایک مرتبہ اس سے کہا گیا کہ یہاں ایک اونٹ ہے جو کسی کو سوار نہیں ہونے دیتا۔ اگر تم اس پر سوار ہو جاؤ تو ہم تم کو بیٹا مان لیں گے! کہنے لگا اچھا! ہمیں دکھا دوں گا

پر نظر ثانی کرنے کا کافی موقع ملا۔

جب یہ زمانہ صبر و ثبات بسر ہو گیا۔ اور مذہبوں کی حالت کو پہنچ گئی۔ اور اسی حالت میں ایک دردناک قصیدہ لکھا۔ اور جب امیر کوٹونے وہ قصیدہ سنا تو اسے اس پر رحم آ گیا۔ اور کہا کہ اگر تم اپنے دعویٰ نبوت و امامت سے تائب ہو جاؤ تو تم کو رہا کیا جاسکتا ہے متنبی نے مجز تو یہ کہ کوئی چارہ کار نہ دیکھا، بالآخر اس کی طرف سے اس مضمون کی ایک دستاویز لکھی گئی۔

میں اپنے دعویٰ نبوت میں جھوٹا تھا۔ نبوت حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی پر ختم ہو گئی اب میں تو یہ کیر کے اندر نہ

اسلام کی طرف رجوع کرتا ہوں!

اس ذبیقہ پر متعدد سریر آوردہ لوگوں کے تصدیق و مستطاب ثبت ہوئے۔ اور پھر کہیں جا کر متنبی کو اس قید محن سے مخلفی نصیب ہوئی۔ متنبی چونکہ غیور اور بات کا بکا تھا۔ اس نے اپنا یہ قول جان کے ساتھ نیا لیا۔ اور کبھی پھر یہ سودا سے خام اس کے دماغ میں نہ سمایا۔ اگر وہ بھی مرزا غلام احمد قادیانی کی طرح بیجا اور گندی ذہنیت کا مالک ہوتا تو جس طرح مرزا مسرڈوٹی کی عدالت میں کئے ہوئے افراد سے پھر گیا اسی طرح متنبی بھی اپنی دستاویز سے منکر ہو جاتا، مگر نہیں وہ اپنے کئے ہوئے اقرار سے ایک انچ بھی پیچھے نہ ہٹا۔ اور جب تک زندہ رہا۔ اپنی اس حماقت پر نادم و پشیمان رہا۔

اس نے اپنا قرآن ”بھی بغیر کسی کی تحریک کے تلف اور ضائع کر دیا۔ اور پھر جب ایک مرتبہ سیلف الدولہ کی مجلس میں اس کے ”قرآن“ کا ذکر آیا تو صاف منکر گیا۔ کہ ایک حرف بھی نازل نہیں ہوا۔

ایک مرتبہ دین خالو یہ نجومی نے سیلف الدولہ ہی کی مجلس میں کہا۔ کہ بھائی ابو طیب تو سخت جاہل آدمی ہے

ورنہ متنبی کہلاتا کبھی گوارا نہ کرتا کیونکہ متنبی جھوٹے نبی کو کہتے ہیں۔ اور جو شخص کہ اپنے آپ کو جھوٹا کہلاتا پسند کرے۔ وہ بڑا جاہل ہے۔ ابو طیب بولا میں کب چاہتا ہوں کہ لوگ مجھے متنبی کے نام سے پکاریں۔ میں تو سخت ناخوش ہوں کہ اس سے مراد لوگوں کا میرا تسخر اڑانا اور توہین کرنا ہے۔ مگر ظاہر ہے کہ میں ایسے لوگوں کی زبانوں پر پیرے نہیں بٹھا سکتا۔

(باقی آئندہ)

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ علیہ السلام

— احسان ہر جگہ بہتر ہے لیکن ہمسایہ کے ساتھ بہترین ہے۔

— دوپہر کا سونا جو بہ نیت سنت ہو گئی کہ و ڈ شب بیداریوں سے بہتر ہے جو اتباع سنت کی نیت سے نہ ہوں۔

— آخرت کا کام آج کہ دنیا کا کام کل پر پھوڑ دے — معرفت الہی اس پر حرام ہے جس کے باطن میں دنیا کی محبت رائی کے دانہ جتنی بھی ہو۔

— نرم خو اور متواضع کے لئے جہنم حرام ہے

— جس کو نرمی عطا ہوئی دنیا و آخرت عطا ہوئی

— نہ کوۃ کا ایک پیسہ نفی طور پر سونے کا پہاڑ صدقہ کرنے سے بہتر ہے

— سب سے زیادہ عذاب عالم بے عمل پر ہو گا۔

— ہمارا ایمان ہے کہ حق تعالیٰ ہمارے قریب اور ساتھ ہے لیکن یہ قرب و معیت ہماری سمجھ سے باہر ہے۔

— دنیا کا شستکاری اور تحریری کا مقام ہے نہ کہ کھانے اور سود ہینے کا۔

— پیروہ ہے جو مرید کے مال میں اپنی خواہش نہ پائے۔

منقولات مسلمانوں کی موجودہ قومی سیرت کے بعض کمزور پہلو

(مولانا سید ابوالحسن علی صاحب ندوی)

مسلمانوں پر تنقید کرنا اور ان کے کمزور پہلوؤں کو نمایاں کرنا کسی مسلمان کے لئے قطعاً کوئی خوشگوار کام نہیں ہے اور اس کے لئے کوئی شخص آسانی سے تیار نہیں ہو سکتا لیکن دنیا کے سب ضروری کام خوشگوار نہیں ہوتے۔ ایک ایسی جماعت کی کمزوریوں کو خاموشی سے دیکھنے نہ ہنا جس سے نہ صرف اس کی اپنی قسمت بلکہ دنیا کی قسمت بھی وابستہ ہے۔ اور جو انجیل کی زبان میں زمین کا نامک ہے جس کی نمکینی کے ضائع ہو جانے کے بعد پھر زمین کو کوئی چیز نمکین نہیں کر سکتی یہ ایک ایسا ناخوشگوار کام ہے جس کے مقابلہ میں دنیا کی ہر ناگواری، ہر تلخی، ہر طرح کی روحانی اذیت اور ہر قسم کی ذہنی قوتیں بچھ ہے اور اس کے مقابلہ میں یاخانی یا دوسروں کی یہ ناخوشگوار اندی کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔ مسلمانوں کی کسی قوم یا ملک کا سلطنت و اقتدار سے محروم ہو جانا۔ یا مسلمانوں کا عالمگیر سیاسی زوال بہت بڑا حادثہ ہے جس پر جتنا ماتم کیا جائے کم ہے۔ اس کے جو اخلاقی اور ذہنی نتائج ہوتے ہیں وہ بھی اب کچھ پوشیدہ نہیں ہے لیکن اس سے بدرجہا المناک حادثہ یہ ہے کہ مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت کی ذہنی و نفسیت کسی ایسے سانچے میں ڈھلنے لگے جو صحیح اسلامی تعلیم و تربیت کا سانچہ نہیں ہے اور بعض انفرادی عیوب و نقائص، یا منکر خدا اور منکر آخرت قوموں کے صفات و خصائص، مسلمانوں کی سیرت کا جز بننے لگیں اور قومی گیر بیکڑ کی صورت اختیار کر لیں تحریف دین کی اصطلاح تو پہلے سے موجود ہے۔ اور اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ عملی کوتاہیوں اور ذاتی انحرافات سے بڑھ کر

کوئی جماعت اصل دین، اس کی کتابوں اور اس کی تعلیمات میں ترمیم و تیسخ اور رد و بدل شروع کر دے۔ اس کے نتائج انحرافات سے کہیں بڑھ کر خطرناک اور وسیع ہوتے ہیں۔ اور اس کا علاج اور اس صورت حال کی اصلاح تقریباً محال ہوتی ہے۔ اس لئے کہ اس تحریف سے اس قوم کے ذہن میں حقائق بدل جاتے ہیں۔ گناہ عین صواب اور بعض اوقات کارِ ثواب بن جاتا ہے۔ اور ان کو دین کی اصل و حقیقت سے ہٹ جانے یا دور پڑ جانے کا احساس ہی نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ جو کچھ کرتے ہیں۔ وہی عین دین معلوم ہوتا ہے۔ یہودیوں اور عیسائیوں میں مذہبی طور پر یہی صورت پیش آتی۔ میں اس تحریف دین کے مقابلہ میں اس ذہنی و اخلاقی تبدیلی کو جو ہندوستان کے مسلمانوں میں نظر آ رہی ہے تحریف مسلمان کے نام سے تعبیر کر دوں گا۔ مسلمانوں میں عملی کوتاہیاں کم و بیش ہمیشہ پائی گئیں اور انسانوں کی کسی جماعت کا ان سے یک سر پاک ہونا بہت متبعہ ہے لیکن یہ انحرافات تھا۔ مسلمان اس کو غلط سمجھتے ہیں اور اسلامی ذہن و ضمیر ہمیشہ اس کے خلاف احتجاج کرتا رہا اور کبھی مسلمانوں نے اس پر غور نہیں کیا لیکن اب کچھ نظر آ رہا ہے۔ اس کو انحرافات کہنا مشکل ہے۔ اور اس سے کچھ زیادہ وسیع اور عمیق اور اس سے مختلف شکل رکھتا ہے۔ یہ مسئلہ مسلمانوں کے تمام تعلیمی سیاسی اور اقتصادی مسائل سے زیادہ اہم اور قابل توجہ ہے۔ قومی گیر بیکڑ ہر قوم کی زندگی میں اس کی مادی دولتوں سے کہیں بڑھ کر بیش قیمت ہوتا ہے۔ بالخصوص مسلمانوں کی اسلامی سیرت، بڑی سے بڑی اسلامی سلطنت اور بڑے سے بڑے قومی ادارہ اور زیادہ سے

زیادہ قومی ترقی اور اقتصادی خوش حالی سے زیادہ قیمت رکھتی ہے کسی بڑی سے بڑی قیمت اور عظیم سے عظیم بدل پر بھی اس کے نقصان یا ذوال کو گوارا نہیں کیا جاسکتا اگر اس پر ذوال آگیا یا اس میں کچھ غلط تبدیلی واقع ہو گئی تو بڑی سے بڑی مادی کامیابی اور فتح سے اس کا کفارہ نہیں ہو سکتا۔ تبدیلی مختلف تاریخی و سیاسی و تعلیمی و تہذیبی اسباب، بعض مؤثر اور اشتغال انگیز حالات و واقعات اور زیادہ ترقیادت کی کمزوری سے صدیوں میں پیش آتی ہے لیکن جب بد قسمتی سے یہ تبدیلی واقع ہو جاتی ہے تو صدیوں تک اس کا اثر قائم رہتا ہے اور اس کے اخلاقی و اجتماعی نتائج اس قوم کے تمام افراد کو برداشت کرنے پڑتے ہیں۔ خواہ انفرادی طور پر بعض افراد کتنے ہی نیک سیرت ہوں۔

اس موقع پر چند نمایاں کمزوریوں کا ذکر کیا جاتا ہے جو دینی و اخلاقی حیثیت سے زیادہ اہمیت رکھتے ہیں۔ اور جن کو اصل اسلامی سیرت اور اخلاقی تعلیمات سے زیادہ بگڑا و تھامڑا ہے۔

اصول اخلاق پر مصالح و منافع کی ترجیح

۱) ایک نہایت اہم اور گہری اور انقلاب انگیز تبدیلی جو مسلمانوں کی ذہنیت و نفسیات میں اس پچاس سال کے اندر اندر واقع ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ آخرت پر ایمان عملاً کمزور ہوتا چلا جا رہا ہے۔ اور اس کے نتیجہ کے طور پر یا مستقلاً اصول اور صداقت کے مقابلہ میں منافع و مصالح، آج کل کے مقابلہ میں عاجل کو ترجیح دینے کا مرض پیدا ہو گیا ہے۔ اس سے مسلمان ایک با اصول، بلند اخلاق، پختہ سیرت جماعت کے بلند مقام سے گر کر ایک بے اصول، ناقابل اعتبار ابن الوقت اور مصلحت پرست قوم کی ادنیٰ سطح پر آتے جا رہے ہیں جس کے سامنے کوئی اخلاقی معیار نہیں ہے بلکہ صرف منافع و مصالح اور اغراض و مقاصد ہیں۔ یہ تبدیلی اس وقت شروع ہوئی۔

جب ہندوستان میں اور تقریباً تمام اسلامی ممالک میں جو کسی طرح یورپ کے زیر اثر آئے مسلمانوں کو مغربی تہذیب، مغربی فلسفہ، اخلاق اور مغربی معیاروں کے قبول کرنے کی دعوت دی گئی، مغربی اخلاق، فلسفہ، علوم اور سیاست کا ہر طالب علم اور اس زمانہ کا ہر واقف آدمی جانتا ہے کہ یورپ کا سامرا نظام زندگی تمام تر مادہ پرستی اور مصلحت جوئی پر مبنی ہے، "افادیت" اور "مصلحت بینی" اس نظام زندگی کے ریشہ ریشہ میں سرایت کر چکی ہے۔ سارا یورپ اس وقت سے جب سے اس نے کلیسا کے اقتدار سے اپنے کو آزاد کر لیا صرف ایک ہی عملی مذہب رکھتا ہے (جس کے خلاف کسی گوشہ میں بھی عملاً کوئی بغاوت نہیں) اور وہ مذہب مادہ پرستی ہے مسلم ممالک میں اس نظام کے غلبہ کا طبعی نتیجہ یہ ہے کہ آخرت کی اہمیت کم ہوتے ہوئے بعض حلقوں میں جہاں یہ نظام اپنی پوری روح کے ساتھ مستولی ہوا معدوم ہو گئی ہے۔ دنیاوی ترقی اور مادی فوائد و منافع انتہائے نظر بن گئے ہیں۔ اصولی و اخلاقی معیار منافع و فوائد کے مقابلہ میں اپنی اہمیت بالکل کھو چکے ہیں مسلمانوں میں اس دعوت کے علمبرداروں کے ترقی (یعنی دنیاوی ترقی) بہا تنازعہ دریا اور اس شد و مد اور بلند آہنگی سے وادی ترقی کو دعوت دی کہ بالارادۃ یا بلا ارادۃ آخرت اور مورو آخرت کی اہمیت کم ہو گئی۔ بلکہ بعض اوقات انہوں نے اس نظام اور ان افکار کی تفصیلاً و تنقیص کی جس میں دنیا کے مقابلہ میں آخرت کی اہمیت زیادہ تسلیم کی گئی تھی۔ اور مسلمانوں کو دنیا پرست اور آخرت سے غافل ہونے سے روکنے کی کوشش کی گئی تھی ان جملوں اور ان تقریروں اور تحریریں کا مذاق اڑایا گیا اور ان کی ہجو کی گئی۔ جن میں دنیا کو مستلج قلیل اور متابع غرور کہا گیا تھا۔ دنیا پرست اور مادہ پرست اور منکر آخرت قوموں اور ملکوں (غالبا صحیح تو ایک قوم اور ملک) کو مسلمان نوجوانوں کے سامنے ایک بلند نمونہ اور معیار کا بل کے

طور پر پیش کیا گیا جو ہر تنقید سے بالاتر تھا۔ پھر جو نظام تعلیم قائم کیا گیا اس میں ان کا آخرت کی روح بسی ہوئی تھی اس کی اساس اخلاق کے مقابلہ میں ظاہری منافع کی ترجیح پر رکھی گئی تھی اس میں شرافت اور اخلاق کے مقابلہ میں خواہش نفس اور لذت کا عنصر غالب تھا۔ وہ تمام تر ایسی قوم اور ایسی تہذیب کے ذہن کی پیداوار تھا جو سرتاپا منکر آخرت تھی۔ دراصل یہ کسی مجرد نظام تعلیم کی قبولیت کی دعوت نہ تھی۔ اور نہ ایسا ممکن ہے بلکہ یہ ایک پوری تہذیب تمدن و معاشرت اور اخلاق و فلسفہ اجتماع کی دعوت تھی۔

پھر اس سے بڑھ کر یہ ہوا کہ انہوں نے مسلمانوں کو صاف صاف ہوا کے رخ پر چلنے اور دریائے جہنم سے دور رہنے پر کشتی چھوڑ دینے کی دعوت دی اور صاف صاف کہا کہ

”چلو تم آدھر کو ہوا ہو جدھر کی“

اور غ ”زمانہ با تو نسا زد تو با زمانہ بانہ“

اس دعوت و تبلیغ میں مسلمانوں کی بہترین قابلیتیں صرف ہوئیں اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں کی نظروں میں اصول و اخلاق کی اہمیت بتدریج گھٹتی چلی گئی اور بڑی تعداد میں ایک ایسا طبقہ پیدا ہو گیا جس کے نزدیک اخلاق و مصالح میں کوئی تقابل نہ تھا۔ اور ہر موقع پر مصالح کو اصول پر ترجیح حاصل تھی۔ وہ ہر وقت بڑے سے بڑے مذہبی اصول و شرعی حکم اور اخلاقی تعلیم کو ایک شخصی منفعت یا قومی مصلحت پر قربان کرنے کے لئے تیار رہتا تھا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک خاص قسم کی محدود معاشی ترقی کے ساتھ ایک عام اخلاقی انحطاط اور بے اصولی پھیل گئی بیسویں صدی کے اس نصف اول میں ہندوستان میں ہمیں مسلمانوں کے کیرکٹر میں پہلے کے مقابلہ میں نمایاں اور مخصوص انحطاط نظر آ رہا ہے جو ہر سمجھنے سوچنے والے مسلمان کے لئے

حد درجہ تشویشناک ہے۔ اب ایک اصول اور مذہبی اعتقاد کے مقابلہ میں ذاتی ترقی یا شخصی فوائد کی قربانی کی مثالیں کم سے کم تر نظر آتی ہیں۔ اور وہ بھی زمانہ گذشتہ کی یادگاریں ہیں جو برابر رو بڑا دل ہیں۔ اب تمام مسائل زندگی پر ایک تعلیم یافتہ مسلمان کا طریق فکر اور مذاہبہ نگاہ خاص مادہ پرستانہ اور ناجہرانہ ہے۔ وہ یہ دیکھتا ہے کہ اس میں اس کے لئے کتنی مالی منفعت ہے یا اس کو کس قدر جاہ و اعزاز حاصل ہوگا۔ اس بات سے قطع نظر کرتے ہوئے کہ شرفاً اس کے لئے جائز اور اخلاقاً مستحسن ہے یا نہیں بلکہ اس کا اپنا ضمیر بھی اس سے مطمئن ہے یا نہیں یہ سوالات مسلمانوں کے دماغوں سے ایک عرصہ سے بالکل ہٹ چکے ہیں۔ اب اس کی اہمیت کم ہو گئی ہے۔ اور ان کی بناء پر کسی مسلمان کو کسی عہدہ یا منفعت یا اعزاز کے قبول کرنے میں قلب و ضمیر کی رکاوٹ کم سے کم پیش آتی ہے۔ خواہ وہ شریعت میں مطلقاً حرام اور اخلاقاً حدود و جرمیں محسوب ہو اور اس کا ضمیر ایک لمحہ کے لئے بھی اس سے مطمئن نہ ہو۔ بلکہ اب اس کو ایک قومی مذمت سمجھا جاتا ہے اور اس نقطہ نظر سے اس کو دیکھا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ تسلیم کر لیا گیا ہے کہ چور و پیر کسی جائز یا ناجائز طریقہ پر کسی فرد کی جیب میں آتا ہے۔ اور اس کے بچوں اور متعلقین کی خوش حالی کا سبب بنتا ہے۔ وہ گویا قومی فنڈ میں جمع ہوتا ہے اس لئے کہ سب مسلمان ہیں۔ اور ایک مسلمان کی خوشحالی یا چند افراد کی خوشحالی خواہ وہ کسی قدر ذلت اور احکام مذہبی کی صریح مخالفت کے بعد بھی ہو۔ قومی خوشحالی کے مرادف ہے۔

اس ذہنیت و سیرت اور اس عام اخلاقی انحطاط اور کیرکٹر کی کمزوری کا اثر مسلمانوں کی زندگی کے تمام شعبوں پر پڑ رہا ہے۔ اور افسوسناک بات یہ ہے کہ اس میں کسی قسم کا عیب نظر نہیں آتا۔ بلکہ اس پرمکث کی گنجائش بھی

انجیل کے کاہن کا بڑا حصہ ہے

مسلمان اہل علم اور اہل قلم کو آپ ہر کام پر ملگا سکتے ہیں اگر اس کا خاطر خواہ معاوضہ آپ ان کو ادا کریں۔ ان سے خود ان کے خیالات و افکار کے خلاف سب کچھ کہہ سکتے ہیں، لکھوا سکتے ہیں اور شائع کر دیا سکتے ہیں۔ اگر اس کی قیمت ادا کر سکیں بڑے بڑے سنجیدہ اور ذی علم اہل قلم و اخبار نویس اور پر جوش اسلامی نظمیں لکھنے والے شاعروں سے ایسے پروپیگنڈے کے کام لئے چا سکتے ہیں جس سے وہ خود بھی متفق نہیں ہیں۔ اگر آپ ان سے اس بارے میں استفسار کریں گے تو وہ آپ کو جواب دیں گے کہ "اس میں کونسا نہ ہی یا قومی نقصان یا شرعی گناہ ہے؟ تو ایک بزنس ہے۔ ایک شخص ہم کو معاوضہ دینا ہے اور ہم اس کے بدلے میں اس کو ایک تقریر یا مضمون تیار کر دیتے ہیں۔ گویا غیر ضروری بھی ایک شریفانہ تجارت ہے۔ اور تعاون علی الاکمل والعدوان دگناہ اور نہ زیادتی پر مدد کرنا خود کوئی گناہ نہیں۔ حالانکہ یہ دماغی و ذہنی میسوائی اس میسوا عورت کے گناہ سے بدتر ہے جو اپنا جسم گمراہی پر چلاتی ہے۔

جب سے مسلمانوں پر مغربی طرز کی قومیت کا غلبہ ہوا ہے وہ ہر چیز کو قومی و نر قومی مفاد کے نقطہ نظر سے دیکھنے لگے ہیں۔ اور جن چیزوں کا رے کا رے ذوق سے پسند آتا ہے اور جن چیزوں کو قوم کی منفعت کے لئے کرتے تھے۔ اب اس کو قومی مفاد کے لئے ضروری سمجھنے لگے ہیں مثلاً اب ان کے لئے ضروری ہو گیا ہے کہ تمام محکموں اور شعبوں میں ان کا نائب قائم رہے۔ خواہ وہ آسکری کا محکمہ ہو یا جاسوسی یا سودی کا۔ و بار کے نظام ہوں یا فیسیل الشیطان لڑنے والے نظام غضب یہ ہے کہ وہ کام بھی جس کی حرمت مسلمانوں کے لئے قرآن کی نص قطعی سے ثابت ہے۔ اور جس پر قرآن کی یہ دو آیتیں شاہد ہیں۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْفِقُوْنَ اِلٰہَکُمْ اِلٰہَکُمْ کُلًّا لَّیْ اَنْفُسُہُمْ

بہت کم رہ گئی ہے۔ اس کا نتیجہ وہ عام بے اصولی و تناقض اور اخلاقی کمزوریاں ہیں جن کی مثالیں میں ہر جگہ ملتی ہیں ہمارے مسلمان اخبار و رسائل میں (الاماشاء اللہ) ہر قسم کا خلاف تہذیب اشتہار شائع کرایا جاسکتا ہے۔ اگر اس کی قیمت ادا کر دی جائے۔ ادبی رسائل میں ہر قسم کے خراب اخلاقی جیاسوز و غریاں مضمون، انسانی، اشعار شائع ہو سکتے ہیں۔ بے جہالتی اور اخلاقی بے نظمی کی ہر تحریک کے لئے وہ آلودہ بن سکتے ہیں۔ بد سے بدتر فواحش کی اشاعت ان کے ذریعہ سے کی جاسکتی ہے۔ اگر ان کو اس راستہ سے اپنے رسالہ کی کامیابی اور مقبولیت کا ایک فیصدی بھی امکان نظر آئے تو ایسی صورت میں وہ اس کی ہرگز پرواہ نہ کریں گے کہ ان کی اس حرکت سے خلق خدا کی اخلاقی ابتری اور انحطاط کا وہ فیصدی امکان ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ان اخبارات و رسائل کے مالک و ایڈیٹرز ذاتی طور پر شریف مسلمان ہوں۔ اور وہ اصولاً ان چیزوں کو اچھا نہ سمجھتے ہوں لیکن اگر آپ اس مسئلہ پر ان سے گفتگو کریں گے تو وہ صاف کہہ دیں گے کہ تجارت و صحافت میں اصول و مذہب اور اخلاق کی پابندی نہیں کی جاسکتی۔

انجارات کسی اصول اور صحیح مسلک کی ترجمانی اور صحیح خیالات و افکار کی اشاعت کے بجائے اپنے فائدہ میں اور عوام کے خیالات و خواہشات کی ترجمانی کو اصول صاف سمجھتے ہیں۔ وہ عوام کی ناراضی اور بددلی کو ایک منٹ کے لئے بھی برداشت نہیں کر سکتے۔ اور ان کی خوشی اور اپنے انجارات کی مقبولیت و اشاعت کے لئے ہر قسم کی بے اصولی اور ہر طرح کے تناقض اور ہر درجہ کے ابتذال کو گوارہ کرتے ہیں۔ مسلمانوں کے مذاق سلیم فکر صحیح اور اخلاق قومی پر یہ انجارات بڑی طاقت کے ساتھ اثر انداز نہیں۔ اور مسلمانوں کے افکار و خیالات میں جو عام بے ربطی و تناقض، عام ذہنی، انتشار اور اشتعال پذیری پائی جاتی ہے۔ اس میں میرے نزدیک ان

اور اصول و اخلاق سیرت و کردار میں تمام دینا کے لئے
نمودہ و شاہد ہے۔

وَ كَذَٰلِكَ اَلَيْكَ جَعَلْنَا كُمَا مَمَّةً قَاسِمًا تَتَوَفَّوْا
شَهَدَاءَ عَلٰی اَنفُسِكُمْ۔ اور اسی طرح کیا ہم نے تم کو امت
مقتدل تاکہ تم گواہ بنو لو گوں پر۔

حد درجہ نامناسب اور غیر مطابق ہے۔ اگرچہ ایک قوم
خالص قوم کے لئے بالکل مناسب اور عین مطابق ہے اور
اس کا مسلمانوں کو فیصلہ کرنا چاہیئے کہ ان کی جمع پوریشین
کیا ہے۔

یہ ذہنیت و سیرت ہمارے علم میں کم سے کم ہندوستان
میں اس پچیس تیس برس کے عرصہ میں نمایاں ہوئی ہے۔
اور اس کو بڑا فروغ اس مغربی قوم پرستی اور موجودہ
سیاسی جوش اور دفاعی جذبہ نے دیا ہے جو ان پچھلے برسوں
میں مسلمانوں میں پیدا ہوا ہے۔ ورنہ مسلمانوں کی پوری تاریخ
اس بات کی شاہد ہے کہ انہوں نے اصول و اخلاق پر
بڑے بڑے مصالح و منافع کو ہمیشہ قربان کیا۔ اور ایک
اخلاقی اصول یا دینی حکم کی حفاظت کے لئے انہوں نے
عظیم الشان سیاسی و معاشی فوائد کو ٹھکرا دیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جبکہ کے معاملہ میں ٹھیک یہی
طرز عمل اختیار کیا تھا جسے ایک خالص قوم پرست کے نقطہ
نظر سے ایک بڑی سیاسی غلطی کہنا چاہیئے۔ صرف ایک شرعی
حکم (قصاص) اور ایک دینی اصول (مسادات) کے قائم رکھنے
کی خاطر ان کو جبکہ جیسے بائبل والی ریاست اور عثمان جیسے
طاقت و قبیلہ کی امداد سے دست بردار ہونا پڑا مگر انہوں
نے اس کے لئے اصول میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔ اس کا نتیجہ یہ
ہے کہ جبکہ سے ہزار درجہ بڑھ کر طاقتور فرما کر اسلام
کے حلقہ بگوش ہوئے عثمان سے ہزار درجہ بڑی سیاستیں
اسلام کے اثر میں آئیں۔ اور شریعت اسلامی میں کوئی
تحریف نہیں ہو سکی۔

قَالُوْا فِیْہِمْ کُتُبٌ مَّا کُلُّا کُنَّا مُسْتَضْعِفِیْنَ فِی الْاَرْضِ
قَالُوْا اَلَمْ تَکُنْ اَرْضُ اللّٰہِ وَاَسِیْعَۃً فَتَہَاجَرُوْا
فِیْہَا فَاَہَ لَکَ مَا وُہَّجَہُمْ وَاَسَاءَتْ مَصِیْرُکَ
(ترجمہ) بلاشبہ جن لوگوں کی فرشتے اس حال میں جان بچانے
ہیں کہ وہ اپنا پیرا کرتے ہوں۔ ان سے فرشتے کہتے ہیں کہ تم
کس حال میں تھے کہ ایمان لا کر نکلو کامی نہ کر سکے) وہ
کہتے ہیں کہ ہم اس ملک میں بے بس تھے فرشتے کہتے ہیں کیا
خدا کی زمین وسیع نہ تھی۔ جہاں تم وطن چھوڑ کر چلے جاتے
سو یہ وہ لوگ ہیں جن کا گھانا جہنم ہے اور وہ بری جگہ ہے
لوٹنے کی۔ (النساء)

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یَقَاتِلُوْنَ فِی سَبِیْلِ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ
کَفَرُوْا یَقَاتِلُوْنَ فِی سَبِیْلِ الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْا
اَوْ یَاۡدِیَ الشَّیْطٰنِ اِنَّ کَیْدَ الشَّیْطٰنِ کَانَ
ضَعِیْفًا۔ (النساء)

(ترجمہ) جو لوگ ایمان دار ہیں وہ جہاد کرتے ہیں اللہ کی
راہ میں۔ اور جو لوگ کافر ہیں وہ لڑتے شیطان کی راہ میں
سو تم لڑو شیطان کے حامیوں سے درحقیقت شیطان
کافر پر کمزور ہے۔

اس کو اسی قومی مفاد اور مسلمانوں کے مناسب اور ان
کے قومی حقوق کو برقرار رکھنے کے لئے جائز قرار دیا گیا۔ اور
بعض مسلمانوں ہی کی کوشش سے اس میں غیر معمولی
کامیابی ہوئی اور ہو رہی ہے۔

ان تمام مثالوں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ موجودہ ہندو
مسلمانوں کے نزدیک اصول و صداقت پر مفاد و مصالح
مقدم ہیں۔ اخلاقی معیار اور اخلاقی حقیقتیں ان کی
نگاہ میں واقع نہیں۔ اصل چیز وہ منافع اور فوائد ہیں جن کا
احمال اپنی ذات، خاندان، یا قوم کے لئے ضروری یا فائدہ
مند سمجھا جاتا ہے۔ یہ ذہنی کیفیت اور سیرت ایک ایسی ملت
کے لئے جو یہ غیروں کی تعلیمات اور اصول کے حامل و امین ہے

بہت سی شائیں آپ نہیں گے۔

سیرت کی صلابت، اخلاق کی استقامت اور اصول کی پابندی کی ان مثالوں کا مقابلہ اس زمانہ کی بے اصولیوں اور اخلاقی کمزوریوں، خمیر فرشیوں اور منسلک دنیا لات کی نیزنگیوں سے کیجئے۔ تو آپ کو اس قومی انحطاط اور اخلاقی زوال کا اندازہ ہوگا جو مسلمان قوم میں نظر آ رہا ہے۔ اور وہ دیرینہ سرعت کے ساتھ بڑھ رہا ہے۔ یہ مسلمانوں کی زندگی کا وہ تادمیک پہلو ہے جس کو دیکھ کر ایک حساس مسلمان کا دل خون ہوتا ہے۔ اور وہ اس تلخ نوائی پر بیہوش ہو جاتا ہے۔ جو اس کے لئے اوپر پڑھنے والوں کے لئے کوئی خوشگوار چیز نہیں۔

اخلاق و سیرت اس امت کے نظام جسم میں قلب کا درجہ رکھتے ہیں۔ لوگ تنومند و فربہ جسم کو دیکھ کر اس جسم کی صحت و طاقت کا حکم لگا دیتے ہیں۔ اور یہ نہیں دیکھتے کہ قلب کس قدر کمزور اور ماؤف ہے۔ اور کس طرح تبدیل اس کی حرکت بند ہو رہی ہے مسلمانوں کی ترقی کا اندازہ مردم شماری کے اعداد، ان کے قومی جوش، ظاہری تنظیم، اور سرکاری عہدوں کے تناسب سے لگانا بالکل غلط ہے ایک با اصول دنیا کے لئے ایک پیغام رکھنے والی۔ اور اخلاق و سیرت میں دنیا کی تمام قوموں کے لئے معیار بننے والی امت کی پیمائش کا ہرگز یہ صحیح پیمانہ نہیں، انہوت ہے کہ دیکھا جائے کہ وہ اخلاق و اوصاف جو زندگی کے صیغہ عناصر ہیں۔ اور جن سے اس امت کا تشخص و امتیاز ہے وہ رو بہ انحطاط ہیں یا رو بہ ترقی۔ اور اس کا اندازہ سرکاری کاغذات سے نہیں ہو سکتا، بلکہ مسلمانوں کی عام زندگی اور ان کے اقوال و افعال سے ہو سکتا ہے۔ بقول اکبر مرحوم: نقشوں کو تم نہ جاچو دگوں سے مل کے دیکھو

کیا چیز جمی رہی ہے، کیا چیز مر رہی ہے
عام لکیر اور اصولی حریت سے غفلت

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کسی مصلحت کی خاطر اپنے درجہ کی بھی بے اصولی اور اخلاقی معیار سے انحراف قبول نہیں کیا۔ اور اس کے لئے وہ تمام مشکلات قبول کیں جو ان کو اپنی خلافت میں پیش آئیں مگر نظام خلافت میں انہوں نے کوئی تحریف نہیں ہونے دی۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو کوئی سیاسی مصلحت اور قومی مفاد ایک ایسے نظام حکومت سے تعاون کرنے پر آمادہ نہ کر سکا جو ان کے نزدیک غلط اور ان کے اعتقاد و اصول کے خلاف تھا۔

ابھی نصف صدی پہلے جب مغربی ہندیب اور مغربی افکار ہندوستان میں مقبول نہیں ہوئے تھے ہندوستانی مسلمانوں کا کبر کڑا تھا، انتہا مضبوط تھا کہ اعلیٰ قسم کے دینداری کے علاوہ متوسط درجہ کے با اصول اور دیندار شرفا بھی جھوٹ بولن، اپنے ضمیر اور اعتقاد کے خلاف کوئی کام کرنا یا کچھ کہنا کفر سے کم نہیں سمجھتے تھے اور مر جانے کو اس پر تمہید صحیح دیتے تھے۔ بدایوں کے ایک بزرگ دعا بامولوی رضی اللہ عنہ صاحب (۱۸۷۷ء) کے ہنگام میں ماخوذ تھے، کلکٹر یا جج ان کا شاگرد تھا۔ اس نے ہزار کوشش کی کہ ایک مرتبہ مولوی صاحب اپنی زبان سے جہم کا انکار کر دیں تو وہ ان کو صاف بری کر دے گا لیکن انہوں نے آخر وقت تک جھوٹ بولنے اور اپنے ضمیر اور اعتقاد کے خلاف کچھ کہنے سے انکار کیا۔ اور سزا لئے موت قبول کی۔

مولانا محبوب علی صاحب دہلوی نے شہرہ کے ہنگامہ میں عام علماء کے مسک سے کچھ اختلاف کیا۔ بعد میں انگریزوں نے مسئلہ میں بیٹے چاہے ملے انہوں نے صاف انکار کر دیا۔ میرزا بہادر تھا میں نے کسی مصلحت سے اختلاف کیا تھا۔

یہ سینکڑوں بزرگوں میں سے دو مثالیں تھیں شیریں خاندانوں اور شرفا کی بستیوں میں جا کر پوچھئے تو اس قسم

اور ان کو تقریباً دنیا کے ہر حصہ میں اور خود اپنے ممالک میں بدترین قسم کی غلامی اور قومی ذلت کا سامنا کرنا پڑا۔ پھر رفتہ رفتہ ان کے دماغ بھی مفتوح اور غلام ہونے لگے مغربی تہذیب نے اسلامی تہذیب پر حملہ کیا مسلمانوں کے قومی اوصاف اور اخلاقی محاسن جو ان کی سلطنتوں اور شاداب ملکوں سے زیادہ بیش قیمت تھے ایک ایک کر کے مٹانے شروع کئے۔ اور ان کی جگہ بدترین انسانی عیوب اور اخلاقی کمزوریاں جو بت پرست یونان و روم اور تاہم ایک یورپ اور ملحد نشاۃ ثانیہ سے اس کے حصہ میں آئی تھیں ان پر مستط کردیں۔ پھر انہوں نے ان مفتوحوں کے دین و ایمان پر حملے شروع کئے۔ ان کی دینی تعلیمات اور ان کے اصول و احکام شریعت کا استہزاء کیا۔ ان کو با اوقات تثلیث پرست اور بعض اوقات ملحد و بے دین بنانے کی کوشش کی۔ اور ان میں خود بڑی تعداد میں ایک ایسی بااثر جماعت پیدا کر دی جو ان کے دین و مذہب سے باغی تھی اور جو اندر اندر ان کی جڑوں کو کھوکھلا کرنے کی کوشش میں تھی۔ غرض خارجہ مفتوح کو ہر طرح سے غیر مسلح، غیر منظم اور ناقواں کر دیا۔ اور اس کے ہر سرمایہ اور ہر ملکیت کو تباہ و تاراج کیا مال غنیمت میں وصول کرنے کی کوشش کی۔ خارجہ نے اپنی ذہانت اور دوہرائی سے اس حقیقت کا پورا سے پورا پورا اندازہ لیا کہ اس زمین کے اوپر مسلمانوں سے بڑھ کر اس کا کوئی حریف نہیں۔ اس لئے یا تو اس نے اس حریف کا سر کچلنے کی کوشش کی اور جہاں اس سے یہ نہ ہو سکا وہاں اس نے اس حریف کو اپنا مستقل حلیف اور بدرجہ مجبوری بے ضرر خادم بنانے کی کوشش کی۔

یورپ کی قوموں کے مقابلہ میں مسلمانوں کی اس مکمل شکست، اس مغلوبیت و ذلت اور اس نقصان عظیم کا جو ان کو پہنچا، طبعی و نفسیاتی اثر کیا ہونا چاہیے تھا؟ صحیح لفظ انسان کہے گا کہ مسلمانوں کے دل میں یورپ کی قوموں کی

(۲) قدیم ترین زمانہ سے دنیا میں دو مقابلہ دعوتیں پائی جاتی ہیں۔ ایک پیروی نفس اور انسان کی مل آندادی اور غیر ذمہ داری کی دعوت (اگر چاہیں میں صدر اقسام کی غلامیاں شامل ہیں) دوسرے انسان کے عہدیت اس کی خدا کے سامنے ذمہ داری و جوابدہی اور وحی تعلیمات پیغمبر کی پیروی کی دعوت پہلی دعوت کا نام اسلام کی وسیع اصطلاح میں جاہلیت ہے۔ اور دوسری دعوت خود اسلام کی ہے۔ ان دونوں دعوتوں کی دنیا کی مختلف جماعتیں اور قومیں اپنے اپنے وقت میں علمبردار ہیں سائرہ حصے تیرہ سو برس سے دوسری دعوت (اسلام) کی امامت قیامت تک کے لئے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروؤں کے نام لکھ دی گئی۔ اور پہلی دعوت کی قیادت وقتاً فوقتاً دنیا کی مختلف جاہلی قومیں اور تہذیبیں کرتی رہیں۔ یہاں تک کہ تقریباً دو سو برس سے تقدیر الہی نے اس کی قیادت و امامت کا فیصلہ یورپ کی عیسائی قوموں کے حق میں کیا۔ اس وقت سے مسیحی لیکن مادی اور پنے جاہلیت کی عالمگیر نیندگی اور ایسی طاقت دار ایسے اسلم کے ساتھ اس کی قیادت کی کہ اس سے صدیوں پہلے ہمارے علم میں کسی قوم نے نہیں کی تھی۔ بلکہ بطور پرندگی کے ہر شعبہ اور تمدن و دنیا کے تقریباً ہر میدان میں ان دونوں مقابلہ دعوتوں اور قوموں کے غائبہ و علمبرداروں کا تصادم پیش آیا لیکن مختلف علمی، فنی اور سیاسی اسباب کی بنا پر جن کی وضاحت بہت تفصیل طلب ہے۔ دوسری دعوت اسلام کے غائبہ و علمبرداروں نے محض اپنی کمزوریوں کی بنا پر یورپ کے مقابلہ میں شکست کھائی۔ ان کے اعلا درجہ کے سرسبز و راہم ممالک ان کے ہاتھوں سے غل کر یورپین قوموں کے قبضہ میں چلے گئے۔ ان کا عالمگیر سیاسی اقتدار ختم ہو گیا۔ ہندوؤں اور خشکی پر سے ان کا تفوق اٹھ گیا۔ ان کی بین الاقوامی ساکھ جاتی رہی

طرف سے سخت عداوت اور جذبہ انتقام پیدا ہونا چاہیے تھا اور ان کو بھی ان قوموں کو اپنا مستقل حریف، حقیقی مد مقابل اور عالمگیر دشمن سمجھنا چاہیے تھا۔ اور اس کی کوشش کرنی چاہیے تھی کہ وہ مقابل دعوت کی عالمگیر نمائندگی کی طاقت سے محروم ہو جائے۔ اور اس کا اقتدار اس حد تک ختم ہو جائے کہ اس کی تحریک و دعوت میں کوئی کشش اور کمزوریات انہوں کے لئے کوئی کشمکش باقی نہ رہے۔ اور دنیا میں دو دعوتیں برابر کی باقی نہ رہیں، بلکہ صرف ایک دعوت رہے۔ اور وہ دعوت الی الشہد۔

حتیٰ لا تَکُونُ فِتْنَةً | یہاں تک کہ فتنہ (کفار کا غلبہ)
و یَکُونُ الدِّینُ کُلُّهُ لِلّٰہِ۔ | باقی نہ رہے۔ اور دین خاص اللہ کا ہو جائے۔

ان کی دعا یہ ہونا چاہیے تھی۔

رَبَّنَا اِنَّکَ اَتَیْتَ فِرْعَوْنَ | اے ہمارے پروردگار تو نے
وَعَلَّمَهُ کَلِمَاتٍ ذِیْنَةً وَّ اَهْوَا کَا | فرعون اور اس کے سرداروں
فِی الْغُیُوْبِ الَّذِیْنَ اَرْتَبَا | کو اندازش اور دو تین بخش بھی
لِیَعِزُّوْا عَنْ سَبِّیْلِکَ رَبَّنَا | ہیں۔ اے ہمارے پروردگار
اَطِیْعُ عَلٰی اَمْرٍ اِلَیْہِمْ | اس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ تیرے
وَاَشْہَدُ عَلٰی اَنْفُوْکُمْ بِہُمْ فَلَا | راستہ سے لوگوں کو بھٹکائیں،
یُؤْمِنُوْا حَتّٰی یُرُوْا الْعَذَابَ | اے ہمارے پروردگار ان کی
اَکَا لَیْسَہُ۔ | اولتوں کو نیست و نابود کر

دے اور ان کے دلوں کو سخت کر دے کہ وہ اس وقت تک ایمان نہ لائیں۔ جب تک کہ دردناک عذاب نہ دیکھ لیں۔

ان کو دنیا کے ہر حصہ میں پوپین تہذیب اور یورپین طاقت کو اس نظر سے دیکھنا چاہیے تھا کہ وہ دنیا میں جاہلیت کی علمبردار ہے۔ اور اس کی قوت کی وجہ سے دعوت الہی کو فروغ نہیں جوتا۔ ان کی نگاہ میں دنیا کا سب سے اہم مسئلہ یہی عالمگیر مسئلہ ہونا چاہیے تھا۔ اور ہر مسئلہ اسی مرکزی مسئلہ کا جز ہونا چاہیے تھا۔ اور وہی طرز عمل اختیار کرنا

چاہیے تھا جو اس عالمگیر دعوت کے نمائندوں کو شایان شان ہے۔ ان کو کوئی ایسا موقف اختیار نہیں کرنا چاہیے تھا جس سے اس عالمگیر حریف اور اس جاہلی تحریک و دعوت کو کسی قسم کی تقویت و اعتماد حاصل ہو۔ خواہ محدود ملکی مسائل اور وطنی و قومی مصالح کا تقاضا کچھ ہو۔ ان کو کوئی ایسا طرز عمل اختیار نہیں کرنا چاہیے تھا جس سے اس نظام کی طرف ان کا میلان اور اس کے علمبرداروں کے ساتھ ان کا اتحاد اور محبت ظاہر ہو۔

وَلَا تَزَکُّوْا اِلٰی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا | اور ان لوگوں کی طرف مت

فَیَمْسَکْہُمُ النَّارُ وَّمَا لَکُمْ | جھک کر جنہوں نے ظلم کیا ہے۔
مِنْ دُوْرِ اللّٰہِ اَوْ لِبِیَّاعٍ | ورنہ تم کو بھی آگ لگ جائیگی۔
ثُمَّ لَا تَنْصُرُوْنَہُمْ۔ | اور اللہ کے مقابل میں تمہارا

کوئی مددگار نہ ہو گا۔ اور کسی طرف سے تمہیں مدد مل سکیگی۔
لیکن کس قدر حیرت و تاسف کا مقام ہے دوسرا مسدود و غیر

جو بقول حضرت علیؓ قلب کو مردہ دماغ کو معطل اور غموں اور
فکروں کو بڑھا دیتا ہے کہ عظیم الشان حقیقت مسلمانوں

کی نگاہوں سے بالکل اوجھل ہو گئی ہے۔ یہ مسئلہ اپنی اس مرکزیت اور
اور عیونیت کے ساتھ ان کے ذہن سے صاف اس گیا ہے اپنی

اور اپنے تاریخی اور مستقل عالمگیر حریف کی بیرحم پویشی ان کی
نظر سے بالکل مخفی ہے۔ دوسو برس کی خونریز تاریخ جو فتح و

شکست اور واقعات و حوادث کا سرچشمہ ہے ان کے حافظہ سے
بالکل محو ہو گئی۔ وہ اس حقیقت کو بالکل بھول گئے ہیں کہ وہ اور

مغربی قومیں دو مقابل دعوتوں، دو متضاد نظام جیات، اور
دو متضاد تہذیبوں کے علمبردار ہیں۔ اور اس طرح ایک ترانہ
کے دو پلڑوں کی طرح ہیں کہ جس قدر ایک نیچا ہو گا دوسرا
اونچا ہو گا۔ ان میں سے ہر دعوت کے علمبرداروں کا وجود ان کا

فروغ اور ان کی طاقت، دوسری دعوت کے علمبرداروں کے لئے
ایک مستقل مزاحمت ایک مسلسل خطرہ اور ایک مستمر کشمکش ہے اس
امرواقعی کابل مغرب کو پورا شعور ہے، مگر انہوں نے مسلمانوں کو

اطلاعات

مجلس حزب الانصار کے تمام ادارے باقاعدگی کے ساتھ اپنے اپنے فرائض کی ادائیگی میں مشغول ہیں۔ مدرسہ عزیزین تدریس کا کام بحسن و خوبی جاری ہے۔ طلبہ بڑی محنت اور شوق کے ساتھ استعداد کر رہے ہیں شعبان کے عشرہ اولیٰ میں سالانہ امتحان ہوگا۔

امیر حزب الانصار مولانا افتخار احمد صاحب بگوی اور مولوی سید محمد شاہ صاحب بھیروی مبلغ حزب الانصار نے فور پوسٹنی (ضلع جہلم) کا دورہ کیا۔ تبلیغی جلسہ میں آپ نے ایک نوثر تقریر کی اور حاضرین نے مولانا بھیرو احمد صاحب بگوی رحمۃ اللہ علیہ کی یادگاہ میں ایک عربی مدرسہ کے اجراء کا اہلادہ ظاہر کیا۔ چنانچہ کوہاں فور پوسٹنی میں مولانا مرحوم کی یادگاہ کے طور پر مدرسہ ظہور العلوم کی بنیاد رکھی گئی۔ اللہ تعالیٰ وہاں کے مخلص و پر جوش مسلمانوں کو مزید ہمت و توفیق دے کہ وہ اس دینی مدرسہ کی امداد و اعانت میں اور اس کی بنیادیں مضبوط کر کے اعلیٰ دالہ علوم بنادینے میں پیش قدمی حصہ لیں۔

والہ بمرن کا مدرسہ بھی بخوبی چل رہا ہے۔ اوائل شعبان میں وہاں کا بھی سالانہ امتحان ہوگا۔

مولوی سید محمد شاہ صاحب فاضل امینیہ مجلس حزب الانصار کے مبلغ اور رکن مقررہ ہو گئے ہیں! امید ہے کہ موصوف کی کوششوں اور مخلصانہ امدادوں سے تبلیغی شعبہ میں کافی ترقی ہوگی۔

جس بیلہ کا شمس الاسلام کی امداد و اعانت کرنا اہل مسلمان کا فرض اولیٰ ہے۔
(پیٹر)

تقریظ و تبصرہ

فیصلہ شرعیہ بر حرمت تعزیر

صاحب قادی جہا پوری سابق صدر مدرس مدرسہ نعانیہ لاہور و خلیب جامع مسجد قلعہ شیخوپورہ۔

اس کتاب میں نہایت تفصیل کے ساتھ بتایا گیا ہے کہ ماہ محرم میں کیا کرنا چاہیے۔ تعزیر کی حقیقت کیا ہے تعزیر کا لفظ چاہیے یا نہیں۔ شیعہ سنی اختلافات کی بنا کیا چیز ہے اور ان اختلافات کو مٹانے کا کیا طریقہ ہے۔ شیعوں کے تعزیر و ماتم اور کربلا کے مسائل کے علاوہ شیعہ مذہب کے اور بہت سے سوالات کے مدلل اور تحقیقی جوابات دیئے گئے ہیں۔ کتاب بہت محنت اور عرق ریزی سے لکھی گئی۔ اور ہم اُمید کرتے ہیں کہ مسلمان اس کو مطالعہ کر کے اور اس سے مستفید ہو کر مصنف کی محنت کی قدر کریں گے۔ قیمت نہ عایدی ہے۔ اخراجات بذمہ خریدار ملے گا پتہ:- مینجر کتب خانہ عیشہ محلہ جوگیاں جامع مسجد بھائی گیٹ۔ لاہور

حقیقت مرزا ایت

مؤلفہ مولوی عبدالکریم صاحب مہارہ سابق مبلغ مرزا ایت گھر کے بھیدی نے اس کتاب کے ذریعہ مرزا ایت کی لڑکا ڈھا کر رکھ دی قابل دید

کتاب ہے قیمت صرف ۸۔

پتہ:- پیٹر ادہ ابوالضیاء محمد بہاء الحق قاسمی گلوانی بازار تھمر

تبلیغ کتابیں

کشف التلبیس

مصنف مولانا سید ولایت حسین شاہ صاحب
دیوری یہ کتاب شیعوں کے مشہور رسالہ
"فرایمان" کے جواب میں لکھی گئی ہے۔ شیعوں کا یہ رسالہ
لاکھوں کی تعداد میں طبع ہو کر ہزار ہائی فوجیوں کی گمراہی
کا باعث بن چکا ہے۔ شیعہ مذہب کی طرف سے سینوں میں
مفت تقسیم ہوتا رہتا ہے۔ شیعوں کی اس ظلمت کفر کا عقلی و
نقلی دلائل سے مہذب پیرایہ میں تبلیغ شدہ اس کتاب میں موجود
ہے شیعوں کے تمام مطاعن اور اعتراضات کے جوابات دیئے
گئے ہیں۔ قیمت حصہ اول ۲۰ دھوم ۲۰ سوم ۲۰ مکمل طلب کرنے
پر ۴۰ دھوم ۲۰ حصہ اول اک علاوہ۔

برقی آسمانی

جن میں مرزا قادیان کے اپنے قلم سے
اس کے اپنے سوانح عقائد و عبادات و
معاملات و کارنامے تفصیل کے ساتھ درج کئے گئے ہیں
علاوہ ان میں خلیفہ نور الدین و مرزا محمود کے سوانح جیسا کہ
ان کے عقائد وغیرہ بیان کر کے بعد حیات مسیح کے مذہب
پر عقلی نقلی دلائل جمع کیے گئے ہیں۔ اس کتاب نے مرزائیوں
کا ناطقہ بند کر دیا ہے۔ قیمت ۸۔

جہاں کہ شمس الاسلام کا شیعہ غلام مراد

صورہ سراقیل

جو کہتے سند میں شائع ہو کر خارج
اتحسین حاصل کر چکا ہے۔ اس میں
بڑی خوبی یہ ہے کہ شیعہ صاحبان کے حق میں کہیں سخت الفاظ
استعمال نہیں کئے گئے۔ مختلف ذرائع کو نارگوں حوالوں
اور ان کی مستند کتابوں اور غیر مسلم مصنفین کی تحریروں
سے ناقابل تردید مختصر اور جامع الفاظ میں نقشہ کھینچا گیا
ہے۔ اور جس میں مدح و تحقیر پر قرآن مجید احادیث
نبوی۔ اقوال ائمہ سادات، صوفیائے کرام کے ارشادات

اور عقلی و نقلی براہین سے مکمل روشنی ڈالی گئی ہے۔ اور اسلامی
جرائد و اکابر ملک کے افکار و آراء کے اقتباسات
کے علاوہ سیزدہ صد سالہ اسلامی تاریخ میں سے ہترا
باندی کے ہولناک نتائج نتائج بیان کئے گئے ہیں۔
جسم ۱۳۲ صفحہ قیمت ۸۔ محصول اک
صرف چند نسخے باقی رہ گئے ہیں۔

تازیانہ نقشبندیہ

مؤلف مولانا حکیم حافظ عبد الرسول
صاحب بکھروی اس کتاب میں
مرزائے قادیانی کے ان اعتراضات کا مدلل جواب دیا
گیا ہے۔ جو اس نے صوفیائے کرام پر کئے تھے۔ قیمت صرف
۲۰ علاوہ محصول اک۔

اجتناب الحنفیہ

اس رسالہ میں صد ہا علمائے
اسلام کے فتاویٰ جمع کئے گئے
ہیں۔ جن میں دلائل واضحہ اور براہین قاطعہ سے فرقہ واد
دروازہ کا لہر تداود و رافضی و مرزائی سے سنی عورت کا
نکاح ناجائز ثابت کیا گیا ہے۔ حجم ۱۰۰ صفحہ قیمت ۲۰

قانلان حسین

اس میں نہایت محققانہ طریقہ سے
حضرت شیعہ کی معتبر کتابوں کی مستند
روایات سے ثابت کیا گیا ہے کہ رسول خدا کے نواسے
اور حضرت علیؓ کے تحت جگر سیدنا حضرت حسینؓ کو کربلا
میں بلا کر طرح طرح کے مظالم میں مبتلا اور نہایت بے رحمی
سے شہید کرنے والے شیعہ اور پیشوایان مذہب شیعہ تھے
اس کتاب کو ضرور دیکھئے تاکہ شیعوں کی شیعویت کی حقیقت
کھل جائے۔ صفحات ۹۶ کتابت دل فریب نگاہ عبت
دیدہ تہیب کاغذ دیز قیمت دس آنہ۔
علاوہ محصول اک۔

تحفہ مرزا

یعنی جریدہ شمس الاسلام کے ستمبر ۱۹۳۳ء کا ایڈیشن جو قادیان نمبر کے نام سے موسوم ہوا تھا۔ اس میں نہایت عمدہ مضامین قادیانیوں کے رد میں درج ہوئے ہیں۔ قیمت ۴۔

حقیقت شیعہ

مولفہ پیر قطبی شاہ صاحب مذہب شیعہ کے سرسبز اندوں کا کثافت فی بینکٹہ

پانچ روپے فی نسخہ

ہدایات القرآن

عیسائیوں کے مشہور رسالہ حقائق قرآن کا تبلیغ و دینارسی رسالہ کے ذریعہ مرزائیوں کے مغالطات بھی دودھوہو سکتے ہیں۔ عیسائی لاکھوں کی تعداد میں حقائق قرآن کو ہر سال مفت تقسیم کرتے ہیں۔ لہذا ہدایات القرآن کی وسیع اشاعت نہایت ضروری ہے۔ فی نسخہ ۱۔

آخری پیغام حق

حضرت مولانا ظہور احمد صاحب گوی پورہ علیہ کی آخری تقریر جو پہلے شمس الاسلام کے صفحات پر جلوہ گر ہو چکی ہے اور اُس سے زیادہ مقبول ہو چکی ہے۔ عام افادہ کے لئے کتابی شکل میں بدیع ناظرین کی گئی ہے۔ آخری پیغام حق کے متعلق حضرت سجادہ نشین ذوالفقار علی خاں بریلوی فرماتے ہیں:-
”حضرت مکرم مغفور کے آخری کلمات نصائح نہایت ہی گہرے بہا ہیں۔ اور ناظرین کی ہدایت کیلئے مشعل راہ ہیں۔“ قیمت صرف - اعلا و کچھلواک

رسالہ خیر جاری و نہ سہ

از تصنیف لطیف پیرزادہ مولانا محمد بہار الحق صاحب قاسمی امرت سری

مذہب خاکساری

قیمت ایک آنہ

اسلامی جہاد

اداپنڈ کی کمیپ میں فوج محمدی کے عظیم الشان کمیپ منعقدہ

۸-۹-۱۰ دسمبر ۱۹۳۹ء میں انصار سپاہیوں سے آکر مکمل الصوت پر خطاب جس میں اسلامی جہاد کی حقیقت اور فوج محمدی کے نصب العین کو واضح کیا گیا ہے۔ اور ہر حاضر کی بعض بلوڈانہ عسکری تنظیموں پر بے لاگ تبصرہ کیا گیا ہے۔ از حضرت مولانا ظہور احمد صاحب گوی پورہ امیر مجلس مرکزیہ حزب الانصار بھیرہ قیمت۔ علاوہ محصول اک۔

ضرب کاری بہ مذہب خاکساری

مشرقی کے عقائد اور اس کی تحریک خاکساری کے متعلق علماء مصروف بیت المقدس و طرک، مکہ معظمہ کے حضفی اشافی، مالکی اور حنبلی علمائے کرام کے فتاویٰ کا مجموعہ قیمت فی نسخہ ۱۰۔ محصول علاوہ۔

خاکساری فتنہ

خاکساری فتنہ کے خلاف یہ پہلی کتاب ہے جس نے ہندوستان کے علماء کرام کو بیدار کیا۔ جس کو پڑھ کر مسلمانوں کا ایمان مشرقی ملک کی دستبرد سے محفوظ ہوا۔ اور جس کو دیکھ کر خاکساروں کی جماعت کثیر نے خاکساریت سے توبہ کر لی۔ اس کتاب کی مقبولیت عامہ کا اندازہ اس واقعہ سے ہو سکتا ہے کہ تین سال کے عرصہ میں چارہ دہ ہزاروں کی تعداد میں چھپی ہے۔ از مولانا پیرزادہ محمد بہار الحق صاحب قاسمی قیمت فی نسخہ ۴۔ محصول اک۔

مظلوم قوم

تصنیف مولوی محمد بخش صاحب سلم بی۔ اس کتاب میں مصنف نے اچھوتوں پر ہندوؤں کے مظالم اور اسلامی مساوات و اسلامی تعلیمات کو مؤثر پیرایہ میں بیان کر کے اچھوتوں کو اسلام کی دعوت دی ہے۔ قیمت ۵۔ علاوہ محصول اک

لنہ کا پتہ

مینجر جریدہ شمس الاسلام بھیرہ (پنجاب)